امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ و جھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار نقیب

پھلواری شریف پٹنہ

مدیر
مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون
مولانا رضوان احمد ندوی

اس شمارہ میں

■ اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
■ دینی مسائل
■ مولانا عبد القیوم صاحبؒ
■ کتابوں کی دنیا
■ کرپشن اور اسلامی تعلیمات
■ تحفظ شریعت کا راستہ
■ دین بچاؤ دیش بچاؤ تحریک
■ ہفتہ رفتہ، طب و صحت، ملی سرگرمیاں

جلد نمبر 56/66 شمارہ نمبر 12 مورخہ ۳۰ / جمادی الثانیۃ ۱۴۳۹ھ مطابق ۱۹ / مارچ ۲۰۱۸ء روز سوموار

وقت آگیا ھے کہ فرقہ پرستی کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں

تبرکات

مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی رحمانی مدظلہ امیر شریعت بہار اڈیشہ و جھارکھنڈ ، جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

مسئلہ صرف ملک کی ترقی، ملکی وقار کی بلندی، اقتصادی استحکام اور تعلیمی بلندی کا نہیں ہے، مسئلہ سب سے بڑا یہ ہے کہ دستور کی عظمت واحترام کو کس طرح برقرار رکھا جائے، جس نے پورے ملک کو باندھ رکھا ہے، دستور پر عمل درآمد کو کس طرح یقینی بنایا جائے، تا کہ انصاف، دھونس کے سامنے سر نہ جھکا لے۔ دستور جیسے بڑے دماغوں نے بنایا تھا، چھوٹے دماغ والے اسے مذاق بنانا چاہتے یں، سوال یہ ہے کہ دستور کے ساتھ یہ مذاق ملک کو کہاں لے جائے گا؟ دستور کی حاکمیت اور انصاف کی برتری جمہوریت کی روح ہے، حملہ آج اسی پر ہے، اگر یہ حملہ کامیاب ہو گیا، تو ہندوستان بکھر جائے گا، اور ہندوستانی گھاٹے میں رہیں گے۔

ہندوستان کا بہت بڑا مسئلہ وہ جنگ ہے، جو سرحد پر نہیں ذہنوں میں ہو رہی ہے، اور جس کی چھینٹیں سڑکوں، کھیتوں، کھلیانوں اور کارخانوں پر پڑ رہی ہیں، یہ جنگ ہے فرقہ پرستی اور سیکولرزم کے درمیان۔ اس جنگ میں کس کا کتنا خون بہا، یہ اہمیت نہیں رکھتا، اہمیت اس بات کی ہے، کہ خون وطن عزیز میں ہندوستانیوں کا ہو رہا ہے، جمہوری قدروں اور سیکولر روایتوں کا ہو رہا ہے، انسانی رشتوں اور سماجی بندھنوں کا ہو رہا ہے، اگر اس جنگ میں فرقہ پرست طاقتوں کو کامیابی مل گئی تو کمزور ہوتا ہوا ہندوستانی سماج، اقتصادی بدحالی کی مار کھا کر اور سازشوں کا شکار ہو کر ٹکڑوں میں بٹ جائے گا۔ اجودھیا میں بابری مسجد، رام جنم بھومی کا تنازعہ ہندوستان کے دستور کی بقا واحترام کا مسئلہ ہے، کچھ لوگ اسے ہندوستان کا مسئلہ بنا رہے ہیں، مگر یہ مسئلہ ہندوستان کا نہیں ہے، یہ مسئلہ دستور سے وفاداری، عدالت کی بالادستی اور سیکولرزم کی بقا کا ہے۔

فرقہ پرستی ترقی میں سب سے بڑی رکاوٹ : آج جنم بھومی کے نعرے لگا کر فرقہ پرستی کے زہر کو دل و دماغ میں اتارا جا رہا ہے، ستم یہ ہے کہ ہندوستان پاکستان میں اپنی جنم بھومی تلاش کر رہے ہیں یہ کسی عظیم شخصیت کے ساتھ وفاداری نہیں ہے، یہ فرقہ پرستی کے گرم توے پر اقتدار کی روٹی سینکنے کی ترکیب ہے، مگر یہ ترکیب کسی کو راس آئے یا نہ آئے، ہندوستان کو راس نہیں آسکتی ہے، اس لیے وہ ساری چھوٹی بڑی طاقتیں جو اس ترکیب کو غلط سمجھتی ہیں، انہیں ارادہ کے ساتھ سامنے آنا ہوگا، اور فیصلہ کرنا ہوگا، کہ بھاگلپور سے ایودھیا تک کا ہندوستان اس ملک کی تقدیر ہے، یا عظیم سیکولر ہندوستان! عدالت کے فیصلے کو نہ ماننے کا اعلان کرنے والے مسلمانون کے دشمن نہیں، دستور کے دشمن ہیں، مختلف فرقوں کے درمیان آگ بھڑکانے والے صرف مسلمان کے نہیں، ہندوستان کے مخالف ہیں، حقیقتوں سے نظر بچا کر، غلط آرزوؤں کی آبیاری کرنے والے علم و آگہی کو شرمندہ کر رہے ہیں۔

ذہنوں میں یہ بات بٹھائی جا رہی ہے کہ اس لانبے چوڑے ہندوستان کو صرف ایک طبقہ ہی مضبوط اور محفوظ رکھ سکتا ہے، ہندوستان کی تاریخ اس جھوٹ کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہے، ہمارا عظیم ملک اشوک کے زمانہ میں بہت بڑا رہا ہے، جو بدھ دھرم کے ماننے والے تھے، یہ وطن عزیز اورنگ زیب عالم گیر کے عہد میں بہت بڑا رہا ہے، جو مسلمان تھے اور اجازت دیجئے تو یہ بھی کہہ دوں کہ انگریزوں کے دور میں بھی، سرزمین ہندوستان کا جغرافیہ بہت پھیلا ہوا تھا۔ یہ ملک اقلیتوں کے زمانہ میں زیادہ بڑا اور مضبوط رہا ہے۔

ملک کی سالمیت، وسعت اور ترقی کسی ایک طبقہ کی اجارہ داری نہیں ہے، یہ ہر فرد، ہر فرقہ اور ہر طبقہ کی ذمہ داری ہے، وقت آ گیا ہے کہ وطن عزیز کی طرف سے عائد اس ذمہ داری کو ہم فخر کے ساتھ اپنے کاندھوں پر اٹھالیں، اور سیاسی، سماجی طبقاتی، علاقائی مفاد سے بلند ہو کر فرقہ پرستی اور سیکولرزم کے درمیان فیصلہ کن جنگ میں مؤثر رول ادا کریں، جن لوگوں کی نگاہیں دور تک دیکھتی ہیں، وہ سمجھ رہے ہیں کہ ملک کا مستقبل کسی ایک سیاسی پارٹی کے ہاتھ میں محفوظ نہیں ہے، سیکولرزم پر یقین رکھنے والی تمام جماعتوں کی مؤثر جدوجہد ہی میں وطن عزیز کا مستقبل ہے۔

اقلیتوں کی حق تلفی: دستور ہند نے اقلیتوں کو اپنی پسند کے ادارے بنانے اور چلانے کا حق دیا ہے، اس حق کا نفاذ حکومتیں کرتی ہیں، اداروں کی منظوری حکومتوں کے ہاتھ میں ہے، جو حکومتیں اقلیتی اداروں کی فلاح سے دلچسپی لیتی ہیں، وہ انہیں منظوری دیتی ہیں، کرناٹک، آندھرا پردیش، تامل ناڈو، کیرالہ وہ صوبے ہیں، جہاں بڑے بڑے اقلیتی ادارے ملک کی خدمت کر رہے ہیں، اور نئی نسل کی تعلیم و تربیت میں مصروف ہیں، وہاں کئی میڈیکل کالج، کئی انجینئرنگ کالج، ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ، فارمیسی کالج اور دوسرے ان جیسے مفید ادارے حکومت کی منظوری کے ساتھ کام کر رہے ہیں، مگر ہم اپنے صوبے میں بہت سے اسکول اور کالج کی منظوری کی آرزو لیے برسوں سے سسک رہے ہیں، متعدد کالجوں کی منظوری حکومت کے دفتر سے نہیں ہائی کورٹ کے فیصلہ کے نیتجہ میں ہوئی ہے، ہماری حکومت کوئی اچھی مثال نہیں چھوڑ رہی ہے، یہ دستور میں دیئے گئے حقوق کو سلب کرنا ہے، یہ اقلیتوں کے مسائل سے بے توجہی کی کھلی نشانی ہے، بڑے حوصلے کے ساتھ برسوں کی محنت کے نتیجہ میں اتر ہندوستان میں پہلا میڈیکل کالج کٹیہار میں کھولا گیا، ایک حکومت نے منظوری کا حکم دیا، دوسری حکومت نے اس پر روک لگا دی، اب یہ کہا جاتا ہے کہ یہ میڈیکل کالج، میڈیکل کونسل آف انڈیا کی تمام شرطوں کو پورا کرے تو منظور دی جائے گی، سچائی یہ ہے کہ حکومت بہار کی سرپرستی میں جو میڈیکل کالج چلتے رہے ہیں، ان میں سے کئی کالج ایسے بھی ہیں، جو میڈیکل کونسل کی شرطوں کو پورا نہیں کرتے، بعض کو کونسل نے اپنی فہرست سے خارج کرنے کی دفتری کارروائی بھی کر دی، لیکن حکومت بہار نے ان کی منظوری ختم نہیں کی ہے، مگر اقلیتی میڈیکل کالج کی منظوری کے لیے میڈیکل کونسل کی شرطوں کو ڈھال بنایا گیا، سچ ہے، نہ کرنے کے ہزار بہانے ہوتے ہیں اور کرنے کے لیے صرف ایک مخلصانہ حوصلہ اور سچے عزم کی ضرورت پڑتی ہے، متعدد ٹیچرس ٹریننگ کالج پروانہ منظوری کے لیے آس لگائے بیٹھے ہیں، بہت سے اقلیتی کالجوں اور اسکولوں کو عرصہ دراز کی کوشش وکاوش کے باوجود منظوری نہیں مل سکی، اقلیتی تعلیم اداروں کے اساتذہ کے لئے اسکیل کے سلسلہ میں حکومت کے حکم کے باوجود دفتر شاہی نے جو زیادتی کی ہے، وہ آپ کے علم میں ہے۔

مسلمانوں کے حصہ میں صرف وعدہ: ایک بڑا معاملہ ملازمتوں کا ہے، ملازمتوں میں اقلیتوں بالخصوص مسلمانوں کی نمائندی بہت کم ہے، جس کے نیتجے میں سرکاری دفتروں میں اجنبیت کا احساس ہوتا ہے، کرپوری ٹھاکر فارمولہ صوبہ بہار میں بارہ تیرہ سال سے نافذ ہے، لیکن فارمولہ نے بھی دفتروں میں مسلمانون کی تعداد بڑھانے میں کوئی اہم رول ادا نہیں کیا، تجربہ نے بتایا کہ مذہبی اقلیت ہو، یا ذات پات کی اقلیت۔ اکثریت کے مضبوط پنجے نوکریاں اچک لیتے ہیں، اور اقلیتوں کے ہاتھوں میں وعدہ کا پیالہ اور یقین دہانیوں کا حوالہ رہ جاتا ہے، اس لیے ملازمتوں میں جب ریزرویشن کی بات دور تک جا چکی ہے، مذہبی اقلیتوں کے لیے بھی ملازمتوں میں مناسب نمائندگی نہیں ہے، مناسب نمائندگی کا فیصلہ ہونا چاہیے۔

متحدہ جدوجہد کی ضرورت : ان مختصر جملوں میں مجھے صوبہ کے اقلیتوں کے مسائل کی فہرست پیش نہیں کرنا ہے، یہ صرف چند اشارے ہیں، کام بہت ہیں، منزل دور، مگر یاد رکھئے! بیداری ذہانت اور مسلسل جدوجہد کے بغیر یہ دور سے نظر آتی منزل قریب نہیں ہوسکتی۔

ہم حکومت سے اپنی بات کہیں، یہ ہم سبھوں کا جمہوری حق ہے، یہ بھی حقیقت ہے کہ صوبائی حکومتوں نے ہماری بہت سی باتیں مانی ہیں، اور بہت سی باتوں کو منوانا بھی ہے، ایک عملی دشواری یہ ہے کہ حکومتوں کا ایک خاص مزاج بن گیا ہے، وہ سلیقہ کی باتوں کو بدسلیقگی سے سننا پسند کرتی ہیں، وہ جائز مطالبات کو بھی اس وقت تک قابل توجہ نہیں سمجھتی جب تک توجہ مبذول کرانے کے لیے ناجائز حرکتیں نہ کی جائیں، اخلاق و شرافت کے لہجے انہیں متاثر نہیں کرتے، بداخلاقی اور بدتمیزی کے مظاہرے ہی ان کی سمجھ میں آتے ہیں، میں یہ مشورہ نہیں دیتا کہ اپنے مطالبات کو منوانے کے لیے کوئی خودسوزی کرے، کوئی آمرن انشن کرے، کوئی توڑ پھوڑ کی جائے، یہ جان خدا کی دی ہوئی قیمتی نعمت ہے، اور توڑ پھوڑ میں نقصان ہونے والا سرمایہ وطن عزیز کا ہے، ہمیں جان اور سامان دونوں کا احترام کرنا چاہئے، مگر ایسی راہیں بہرحال تلاش کرنا ہوگی، جن کے ذریعہ فرش نشیں تخت نشینوں کو متوجہ کر سکیں۔

اس مقصد کے لیے ضرورت ہے، مسائل وضروریات کو سمجھنے کی، ان کے صحیح ادراک اور اہمیت کے احساس کی، سیاسی پارٹیوں سے اوپر اٹھ کر مشترکہ جدوجہد کی، ہم مختلف پارٹیوں میں رہتے ہوئے، مختلف قسم کی وفاداریوں کو نبھاتے ہوئے بھی اقلیتوں کی وفاداری کے پرچم کے علمبردار ہو سکتے ہیں۔

حالت زار

’’ملک کے وسیع تر مفاد میں سوچنے والے کم ہوتے جا رہے ہیں، خود غرضی اور رشوت کا بول بالا ہے، ملک کے چلانے والوں پر سے اعتماد گھٹتا جا رہا ہے، وقتی مفاد نے بڑے بڑوں کو اپنے گھیرے میں جکڑ رکھا ہے، موجودہ حکمراں جماعت نے پورے ملک میں مسلم دشمنی کا مزاج بنا دیا ہے، یہ اچھی علامتیں نہیں ہیں‘‘۔

(مفکر اسلام امیر شریعت حضرت مولانا محمد ولی رحمانی دامت برکاتہم)

بلا تبصرہ

’’یکم جولائی سے دسمبر کے بیچ جی اس ٹی نیٹ ورک میں فائنل رٹرن کے ابتدائی تجزیہ کرنے پر شبہ پیدا ہو رہا ہے کہ کاروباریوں نے چونتیس ہزار کرڑوڑ کی ٹیکس ادائیگی کو چھپالیا ہے، یہ معاملہ سنیچر کو منعقد جی اس ٹی کونسل کی میٹنگ میں اٹھایا گیا، اب ان کاروباریوں کو نوٹس بھیجا جا سکتا ہے، جن کاروباریوں نے جی اس ٹی ریٹرن اور جی اس ٹی آر ۳ بی میں الگ الگ ادائیگی بتائی ہے۔‘‘

(آج ۱۳ / مارچ ۲۰۱۸)

اللہ کی باتیں ---- رسول اللہ کی باتیں

مولانا رضوان احمد ندوی

خواہشات نفس پر قابو پایئے:

﴿عاد وثمود کو ہم نے ہلاک کیا اور تم وہ مقامات دیکھ چکے ہو، جہاں وہ رہتے تھے، شیطان نے ان کے اعمال کو ان کے لیے خوب سج دھج کے پیش کر کے انہیں راہ راست سے برگشتہ کر دیا، حالانکہ وہ ہوش وگوش رکھتے تھے۔﴾ (سورۂ عنکبوت: ۳۸)

مطلب: اللہ تعالیٰ نے قوم عاد وثمود کو بہت سی نعمتوں سے نوازا تھا، قوت وطاقت دی تھی، وہ مال ودولت اورصنعت وہنرمندی میں یکتائے روزگار تھے؛ لیکن انہوں نے دنیا میں سرکشی کی اور اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری سے روگردانی کی اور خواہشات نفس کی اتباع وپیروی میں لگ گئے، جس کی بنا پر انہیں ہلاک وبرباد کر دیا گیا، قوموں کی تاریخ بتاتی ہے کہ جن قوموں اور ملتوں نے بندگی اور عبدیت کے راستہ کو چھوڑا اورشیطان کے مکر وفریب میں پھنس کر احکام الٰہی سے دور ہوتے گئے، اللہ نے سبھوں کو برباد کر دیا؛ اس لیے قرآن مجید نے بڑی صراحت سے کہا کہ شیطان کے نقش قدم پر مت چلو، جو اس کی پیروی کرے گا تو وہ اسے فحش اور برائی کا حکم دے گا، جب کسی انسان کا نفس بے لگام ہو جاتا ہے تو وہ اس کا غلام بن جاتا ہے، پھر اس کے اندر حلال وحرام اور جائز وناجائز کی تمیز مٹ جاتی ہے اور نفس کی ہر چاہت کی تکمیل کا اسیر بن جاتا ہے اور پھر یہیں سے گمراہی کے دروازے کھل جاتے ہیں؛ کیوں کہ حق پرستی انسان کو بلند کرتی ہے اور نفس پرستی انسان کو پستی کے غار میں ڈھکیل دیتی ہے، سورہ اعراف میں بلعم بن باعورہ کا قصہ بیان ہوا ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں بلعم بن باعورہ بڑا زاہد اور عبادت گذار شخص تھا، جو دعا کرتا، اللہ اسے قبول فرماتا تھا، مگر ہوا یہ کہ وہ اپنی نفسانی خواہش کا شکار ہو گیا اور شیطان نے اسے اچک لیا اور وہ اللہ کی آیات کو چھوڑ کر موسیٰ علیہ السلام کے مدمقابل کھڑا ہو گیا، اللہ نے اس کا علم اس کی عبادت سب کچھ چھین کر اس کو مسخ کر دیا، قرآن نے اس واقعہ کو ذکر کر کے مسلمانوں کو متنبہ کیا کہ خواہشات نفس کی پیروی چھوڑ دیں اور شریعت وسنت پر عمل کریں، اس کے بغیر نہ تو ایمان میں کمال پیدا ہوگا اور نہ ہی نفس میں صالح انقلاب آسکتا ہے۔ اللہ فرماتے ہیں کہ جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتا ہے، اس نے بڑی کامیابی حاصل کی؛ اس لیے ضرورت ہے کہ زندگی کے ہر معاملہ میں اللہ اور اس کے رسول کی پیروی کی جائے اور اسی کو مشعل راہ بنایا جائے۔ حدیث شریف میں اس مضمون کی مختلف روایتیں وارد ہوئی ہیں، ایک حدیث میں فرمایا گیا کہ تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن کامل نہیں ہوسکتا، جب تک کہ اس کی خواہشات میری لائی ہوئی تعلیمات کے مطابق نہ ہوجائے۔ اللہ ہم سب کو سنت وشریعت کے مطابق زندگی بسر کرنے کی توفیق دے۔ آمین

دعا کیجئے:

{حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے جس کے لیے دعا کا دروازہ کھل گیا، اس کے لیے رحمت کے دروازے کھل گئے اور انسان اللہ سے جو کچھ مانگتا ہے، اس میں عافیت سے بہتر کچھ اور نہیں۔} (مشکوٰۃ شریف)

وضاحت: اللہ رب العزت کے خزانہ قدرت میں کسی چیز کی کمی نہیں، وہ اپنے بندوں کو دامن بھر بھر کے دیتا ہے اور دے کر خوش ہوتا ہے، جو کچھ مانگا، وہ عطا کیا اور جو نہیں مانگا، وہ چیزیں بھی عطا کرتا ہے، وہ ایسا سخی ہے کہ اگر کوئی محتاج وپریشان حال دست سوال دراز کرتا ہے اور اپنی ضرورتیں اس کے سامنے پیش کرتا ہے، تو وہ خالی ہاتھ نہیں لوٹاتا، اللہ جل شانہ نے اپنی کتاب قرآن مجید میں اہل ایمان سے کہا کہ تم مجھ سے مانگو، میں تمہاری دعا قبول کروں گا، محسن انسانیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس طرح دعا کرو کہ دل میں یقین ہو کہ اللہ اسے ضرور ہی قبول فرمائیں گے، مگر شرط یہ ہے کہ بندگی اور عجز کے ساتھ دعا کی جائے، دل میں رقت وخشیت کی کیفیت طاری ہو اور دعا کرنے سے پہلے اللہ کی نعمتوں اور اپنی حاجت مندوں کا ذکر کیا جائے، اگر کسی وجہ سے دعا قبول نہیں ہوئی تو بدگمان اور مایوس نہیں ہونا چاہئے، بعض وقت دعا قبول تو ہو جاتی ہے، مگر کسی مصلحت اور حکمت سے اس کا اظہار دیر سے ہوتا ہے، یا دعا کرنے والا انسان خود اپنے نفس کو ٹٹولے کہ اس کے اخلاص اور توجہ الی اللہ میں کوئی کمی وکوتاہی تو نہیں رہی ہے، جو لوگ بے توجہی کے ساتھ دعا کرتے ہیں، تو گرچہ وہ رائے گا نہیں جاتی، اسے بھی اللہ اپنے فضل وکرم سے قبول فرمالیتے ہیں، مگر وہ آداب دعا کے منافی عمل ہوتا ہے، آداب دعا میں سے یہ ہے کہ پہلے اللہ کی حمد وثنا کی جائے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود رحمت بھیجی جائے، پھر اپنی حاجات کو دربار الٰہی میں پیش کی جائے۔ کچھ لوگ اپنے لیے دعا کا اہتمام نہیں کرتے؛ بلکہ دوسرے لوگوں سے خواہش کرتے رہتے ہیں کہ وہ میرے لیے دعا کرتے ہیں، بلاشبہ ایسے لوگوں سے دعا کرانے کی درخواست ضرور کی جائے؛ لیکن خود بھی دعاؤں کا اہتمام کرنا چاہئے؛ کیوں کہ انسان اپنی حالت سے زیادہ واقف ہے، جب وہ اللہ سے سوز دل کے ساتھ دعا کرے گا تو اللہ رب العزت اس کو ضرور قبول فرمائیں گے اور اللہ کے یہاں اس جذبہ دروں کی قدر وقیمت ہے۔ آج پورے عالم میں مسلمان جن سخت پریشانیوں اور مصائب سے دوچار ہیں اور خود ہمارے ملک کے حالات جس تیزی کے ساتھ بدلتے جارہے ہیں، ان کا تقاضا ہے کہ ہم مسلمان اپنے رب سے اپنے رشتہ وتعلق کو مضبوط بنائیں، گناہوں سے توبہ کریں، احکام شریعت کو لازم پکڑیں اور پنج وقتہ نمازوں میں اپنے لیے اور عام مسلمانوں کی عافیت کے لیے دعاؤں کا اہتمام کریں۔

دینی مسائل

مفتی احتکام الحق قاسمی

بلاؤز اور آدھی آستین والی قمیص میں عورتوں کا نماز پڑھنا:

بہت سی مسلم عورتیں بلاؤز پہنتی ہیں، جس میں عموما پیٹ اور پیٹھ کھلا رہتا ہے، اسی طرح آدھی آستین والی قمیص پہنتی ہیں، ان کپڑوں میں نماز درست ہے یا نہیں؟

الجواب ———— وباللّٰہ التوفیق

نماز میں عورتوں کا اپنے چہرہ دونوں ہتھیلیوں اور دونوں قدم کے علاوہ پورے جسم کا چھپانا فرض ہے، اگر ان قابل ستر اعضاء میں سے کسی عضو کا چوتھائی حصہ ایک رکن کے بقدر نماز میں کھلا رہ جائے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ لہذا صورت مسئولہ میں نماز میں خواتین کے مذکورہ لباس استعمال کرنے کی وجہ سے، پیٹ، پیٹھ کا چوتھائی حصہ اور ہاتھ کا قابل ستر حصہ کھلا رہتا ہے تو ایسی صورت میں نماز فاسد ہو جائے گی، لیکن اگر چادر وغیرہ اپنے جسم پر اس طرح ڈال لی جائے جس سے مذکورہ کھلا ہوا حصہ مکمل طور پر ڈھکا رہے تو نماز شرعا صحیح ودرست ہوگی۔

بدن الحرة عورة الا وجهها وكفيها وقد ميها (الفتاویٰ الهندية ۱ / ۵۸)

وان انكشف عورته فی الصلوٰة فسترها بلا مكث جازت صلوته اجماعا وان ادری ركنا مع الانكشاف فسداجماعا (الفتاویٰ الهندية ۱ / ۵۸) فقط

باریک دوپٹہ میں نماز:

عورتوں کا ایسا باریک دوپٹہ اوڑھ کر نماز پڑھنا جس سے سر کا بال اور فل آستین نہ ہونے کی وجہ سے بازو اور کلائی کی کھال تک نظر آئے نماز درست ہے یا نہیں؟

الجواب ———— وباللّٰہ التوفیق

ایسا باریک کپڑا جس کے اندر سے بدن یا بال نظر آئیں پہن کر یا اوڑھ کر نماز درست نہیں ہے۔

والثوب الرقيق الذی يصف ما تحته تجوز الصلوٰة فيه لانه مكشوف العورة معنى . (تبيين الحقائق ۱ / ۲۵۷، باب شروط الصلاة) فقط

قرآن کریم کی تلاوت اور ذکر واذکار حالت جنابت میں:

جناب اور حیض ونفاس کی حالت میں اسی طرح بے وضو قرآن کریم کی تلاوت کرنا، ذکر واذکار اور درود پڑھنا شرعا درست ہے یا نہیں؟

الجواب ———— وباللّٰہ التوفیق

بے وضو آدمی قرآن کریم کو چھوئے بغیر زبانی قرآن کی تلاوت کرسکتا ہے، البتہ جنبی، حائضہ اور نفسا کے لئے قرآن کریم کی تلاوت جائز نہیں ہے، ذکر واذکار اور درود ودعا، پیشاب وپاخانہ اور مجامعت کے علاوہ ہر حال میں اور ہر ایک کے لئے نہ صرف جائز ہے بلکہ مستحسن ہے۔

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يذكر الله على كل احيانه (صحيح مسلم باب ذكر الله تعالیٰ فی حال الجنابة وغيرها)

لا تقرأ الحائض والجنب من القرآن شيئا (جامع الترمذی باب الجنب والحائض انهما لا يقرء ان القرآن)

موبائل کے اسکرین سے آیت قرآنی کو ڈیلیٹ کرنا:

بعض دفعہ وہاٹس ایپ پر قرآنی آیات، احادیث مبارکہ لکھ کر دوسرے کو بھیجا جاتا ہے، اور اس میسیج کو ڈیلیٹ بھی کر دیا جاتا ہے، سوال یہ ہے کہ اس طرح کے میسیج کو ڈلیٹ کرنا شرعا درست ہے؟

الجواب ———— وباللّٰہ التوفیق

موبائل کے اسکرین کی حیثیت ایک آئینہ کی طرح ہے جس میں عکس ظاہر ہوتا ہے اور کسی چیز کے عکس کو مٹانے سے اصل چیز کا مٹانا نہیں پایا جاتا، لہذا قرآنی آیات ہو یا احادیث شریفہ یا اللہ اور رسول کے ناموں پر مشتمل میسیج ان کو موبائل کے اسکرین سے ڈیلیٹ کرنا (مٹانا) منع نہیں ہے۔

ولو محا لوحا كتب فيه القرآن واستعمله فی امر الدنيا يجوز (الفتاویٰ الهندية ۴/ ۳۳۲)

ان المرئی فی المرأة مثاله لا هو (شامی ۴/ ۱۱۰ زكريا) كتاب النوازل ۱۷/ ۱۰۸)

رات میں جھاڑو دینا:

رات میں جھاڑو دینے سے منع کیا جاتا ہے، کیا شریعت میں رات کے وقت جھاڑو دینا منع ہے؟ جواب سے نوازیں۔

الجواب ———— وباللّٰہ التوفیق

رات میں جھاڑو نہ لگانے کی بات شرعا غلط اور بے بنیاد ہے، یہ ممانعت کتاب وسنت سے ثابت نہیں ہے۔ لہذا رات ہو یا دن صفائی کے پیش نظر کبھی بھی جھاڑو لگا سکتے ہیں، شرعا جائز ودرست ہے۔ فقط

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

نقیب

ہفتہ وار پھلواری شریف پٹنہ

پھلواری شریف

جلد نمبر 56/66 شمارہ نمبر 12 مورخہ ۳۰/جمادی الثانیہ ۱۴۳۹ھ مطابق ۱۹/مارچ ۲۰۱۸ء روز سوموار

ایسا جینا بھی کیا جینا

ایسے مریض جن میں زندگی کی رمق مصنوعی آلات کے سہارے باقی ہو اور زندگی کی طرف لوٹ آنے کے امکانات ختم ہو چکے ہوں، معاملہ صرف اتنا سا ہو کہ مصنوعی آلات ہٹا دیے جائیں تو سانس رک جائے، اور انسان موت کی نیند سو جائے، اس صورت حال میں سپریم کورٹ نے اپنے ایک تاریخی فیصلہ میں چند شرطوں کے ساتھ مصنوعی آلات کو ہٹانے کی اجازت دیدی ہے، یہ فیصلہ چیف جسٹس دیپک کمار مشرا، جسٹس اے کے سیکری، جسٹس اے ایم کھانڈ ویلکر، جسٹس ڈی وائی چندر چون اور جسٹس اشوک بھان پر مشتمل ایک آئینی بینچ نے اپنے اکثریتی فیصلہ میں دیا، جس میں چار جج مصنوعی آلات ہٹانے اور ایک جج اس کے خلاف تھے، جن کا کہنا تھا کہ کسی کی زندگی کے فیصلے کا حق دوسروں کو نہیں دیا جا سکتا، باقی چار ججوں نے باعزت زندگی گذارنے کے حق کے ساتھ باعزت موت کو بھی جوڑ کر اسے بنیادی حق کا حصہ بنا دیا ہے، عدالت عظمیٰ نے یہ فیصلہ غیر سرکاری تنظیم کامن کاز (Common Cause) کی عرضی پر سماعت کے بعد سنایا، فیصلہ کے مطابق ایسا خود مریض کی وصیت یا پھر اہل خاندان اور ڈاکٹروں کے باہمی مشورہ کے بعد کیا جا سکتا ہے تاکہ گھٹ گھٹ کر زندگی گذارنیکے بجائے اس کی موت ہو جائے، البتہ یہ صرف لائف سپورٹ سسٹم (مصنوعی آلات) کو ہٹا کر ہی کیا جا سکتا ہے، مریض یا اہل خاندان کو اس کی اجازت نہیں دی جا سکتی کہ زہریلے انجکشن یا کسی اور ذریعہ سے مریض کو موت کی نیند سلا دیا جائے، اس کا مطلب ہے کہ عدالت نے ایکٹیو یوتھینیزیا کو اس فیصلہ سے الگ رکھا ہے اور اجازت صرف پیسلو یوتھینیزیا کی دی ہے، اس طرح ہندوستان دنیا کا بائیسواں ملک بن گیا ہے، جہاں لوگ اپنی خواہش کے مطابق پیسیو یوتھینیزیا کا فیصلہ کر سکیں گے، لیکن قانون بننے تک سپریم کورٹ کی گائڈ لائن کے مطابق ہی اس پر عمل ہو سکے گا۔

عدالت کے اس فیصلہ کے بعد ۲۰۰۱ء سے ہندوستان میں چلی آ رہی مرضی کی موت کے بحث کا خاتمہ ہو گیا ہے، اس بحث کا آغاز ۲۰۰۱ء میں بہار سے ہی ہوا تھا، جب کنچن دیوی کے لیے اس کے شوہر نے مرضی کی موت دینے کے لیے پٹنہ ہائی کورٹ میں عرضی لگائی تھی، کنچن دیوی سولہ ماہ سے کوما میں تھی، اسپتال میں بچہ کی پیدائش کے وقت انیستھیا کی زیادہ مقدار دینے کی وجہ سے ۱۹۹۹ء میں اس کی یہ حالت ہوگئی تھی، عدالت نے موت کی اجازت تو نہیں دی البتہ حکومت کو حکم دیا کہ وہ اس کا علاج کرائے اور اس کا خرچ دے، ۲۰۰۹ء میں سپریم کورٹ میں انسانی حقوق کے لیے کام کرنے والی ایک کارکن اور قلم کار پنکی ویرانی نے ارونا شان باگ کے لئے بھی مرضی سے موت دینے کی درخواست کی تھی کیوں کہ وہ بیالیس سالوں سے کوما میں تھی اور مصنوعی آلات کے سہارے ایک لاش کے انداز میں جی رہی تھی اس کی یہ حالت زنا بالجبر کے نتیجے میں ہوئی تھی، اس معاملہ میں بھی عدالت نے مرضی کی موت دینے سے انکار کر دیا تھا۔ لیکن حالیہ فیصلے نے کچھ بدل کر رکھ دیا ہے۔

اس فیصلہ پر ملا جلا ردعمل سامنے آیا ہے، انسانی حقوق سے جڑی تنظیموں نے مختلف قسم کے جو سوالات کھڑے کیے ہیں، ان میں سے کئی غور طلب ہیں، مثلاً یہ کہ مریض کی وصیت اگر خاندان والوں کے پاس ہی رہتی ہے تو اس کی قانونی حیثیت اور اس کے مندرجات کے ہو بہو باقی رکھنے پر کس قدر اعتماد کیا جا سکتا ہے؟ اسی طرح اگر کوئی وصیت نامہ میں یہ درج کرے کہ مجھے لائف سپورٹ سسٹم پر رکھا جائے اور اہل خاندان اور ڈاکٹروں کی رائے اس کے خلاف ہو تو کس کی مانی جائے گی؟ وصیت کرنے والے کی یا اہل خاندان کی، عدالت کے اس فیصلہ کا غلط استعمال نہ ہوگا، اس کی کیا ضمانت ہے؟ کئی لوگ مورث کے مال کو ہتھیانے کی غرض سے جبرا ایسی وصیت لکھوا سکتے ہیں تاکہ وہ جلد مال و دولت پر قابض ہو جائیں، اسی طرح جن معاملات میں وصیت نہیں ہے اور فیصلہ اہل خاندان نیز میڈیکل ٹیم کو کرنا ہے، یہ میڈیکل ٹیم عدالت بنا دے گی، لیکن اس فیصلہ کے لیے اہل خاندان کا متفق ہونا ضروری ہوگا، تو اہل خاندان میں کون کون شامل ہوگا، اور اس کا دائرہ کیا ہوگا؟ یہ وہ سوالات ہیں، جس کی وضاحت فیصلے میں نہیں ہے۔

جہاں تک اسلام کا سوال ہے، اس میں انسانی جان کی بہت اہمیت ہے، اس کے نزدیک زندگی اللہ کی امانت ہے، اس امانت کی حفاظت آخری حد تک خود اس شخص کا اور دوسروں کا فریضہ ہے، اسے اپنی موت کے فیصلے، خواہش اور وصیت کا کوئی حق نہیں ہے، اسلامک فقہ اکیڈمی کے سولہویں سیمینار منعقد اعظم گڈھ میں اس مسئلہ پر بحث و تمحیص کے بعد اس مسئلے کی دو سورتوں کے الگ الگ حکم بیان کیا تھا، یوتھینیزیا کے سلسلہ میں یہ تجویز پاس ہوئی تھی کہ ”کسی مریض کو شدید تکلیف سے بچانے یا اس کے متعلقین کو علاج اور تیمارداری کی زحمت سے نجات دلانے کے لیے عمدا ایسی تدبیر کرنا کہ جس سے اس کی موت واقع ہو جائے حرام ہے اور یہ قتل نفس کے حکم میں ہے، ایسے مریض کو گو مہلک دوا نہ دی جائے، مگر قدرت کے باوجود اس کا علاج ترک کر دیا جائے، تاکہ جلد سے جلد اس کی موت واقع ہو جائے، یہ بھی جائز نہیں ہے“

مصنوعی آلات تنفس کے بارے میں اسلامک فقہ اکیڈمی نے جو تجویز پاس کی تھی اس میں طے پایا تھا کہ ”اگر مریض مصنوعی آلہ تنفس پر ہو، لیکن ڈاکٹر اس کی زندگی سے مایوس نہ ہوئے ہوں اور امید ہو کہ فطری طور پر تنفس کا نظام بحال ہو جائے گا تو مریض کے ورثہ کے لئے اس وقت مشین کا ہٹانا درست ہوگا، جب کہ مریض کی املاک سے اس علاج کا جاری رکھنا ممکن نہ ہو، نہ ورثہ ان اخراجات کو برداشت کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں اور نہ اس علاج کو جاری رکھنے کے لیے کوئی اور ذریعہ میسر ہو، (اسی طرح) اگر مریض آلۂ تنفس پر ہو اور ڈاکٹروں نے مریض کی زندگی اور فطری طور پر نظام تنفس کی بحالی سے مایوسی ظاہر کر دی تو ورثہ کے لیے جائز ہوگا کہ مصنوعی آلہ تنفس علاحدہ کریں۔ ان تفصیلات کی روشنی میں ضرورت سپریم کورٹ کے حالیہ فیصلہ کے تجزیہ کی ہے، تاکہ معلوم کیا جا سکے کہ یہ فیصلہ کس قدر اسلامی تعلیمات و احکام سے ہم آہنگ ہے اور کس قدر صراط مستقیم سے ہٹا ہوا ہے۔

ایک فیصلہ کے مطابق زندہ رہنے کا امکان ختم ہو جائے تو بعض عورتوں میں مصنوعی آلات کو ہٹا لینے کی گنجائش ہے، اس طرح دیکھیں تو سپریم کورٹ کا حالیہ فیصلہ بڑی حد تک اسلامی تعلیمات سے میل کھاتا ہے۔

پلیٹ فارم کی بکری

بارہا آپ نے دیکھا ہوگا کہ ریل گاڑی آؤٹر پر یا ایک اسٹیشن پہلے گھنٹوں کھڑی رہتی ہے، مسافر یہ سمجھتے ہیں کہ پلیٹ فارم خالی نہیں ہے، اس لیے گاڑی جنکشن نہیں پہونچ رہی ہے، اور سگنل نہیں مل رہا ہے، کبھی ایسا بھی ہوتا ہے، لیکن عموما ایسا پلیٹ فارم کے سودے میں تاخیر کے نتیجے میں ہوتا ہے، یہ پلیٹ فارم مظفر پور جنکشن کا بھی ہو سکتا ہے، اور پٹنہ کا بھی، یہاں تو ہر نگر اور ہر ڈگر ایک سا حال ہے، دینک بھاسکر نے اپنے ایک سروے میں پایا کہ اسٹیشن پر روز پلیٹ فارم بکتے ہیں، وینڈر (پلیٹ فارم پر سامان بیچنے اور دوکانیں لگانے والے) بولیاں لگاتے ہیں، سودا پٹتے ہی متعلقہ افسر ٹرین کو ہری جھنڈی دیدیتا ہے، وینڈر اور دوکاندار اس لیے پلیٹ فارم خریدتے ہیں؛ تاکہ زیادہ سے زیادہ بکری ہو سکے، زیادہ بھیڑ بھاڑ والی ٹرینوں کے لیے پلیٹ فارم کی بکری ترجیحی بنیادوں پر ہوتی ہے، پیک سیزن اور مندے سیزن کا ریٹ الگ الگ ہوتا ہے، ہر اسٹال کی جانب کم از کم دی جانے والی رقم بھی طے ہے، جو دو سو ہے، مظفر پور میں متھلا، ٹاٹا چھپرا اور انٹر سیٹی جیسی ٹرینوں کے لیے زیادہ بولی لگتی ہے اور وینڈروں کی مرضی پر گاڑیوں کی آمد و رفت کا پلیٹ فارم بدل دیا جاتا ہے، اس سلسلے میں دینک بھاسکر نے ثبوت کے طور پر مظفر پور ریل کرمچاری اور وینڈروں کی بات چیت سے متعلق اٹھارہ کلپ جاری کیا ہے، اس بڑے خلاصہ نے ریل افسران میں تہلکہ مچا دیا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بدعنوانی کی جڑیں ہندوستان میں کتنی گہری ہیں اور کوئی محکمہ اس سے خالی نہیں ہے۔

داخلی سلامتی

ملک کی داخلی سلامتی کا معاملہ دن بدن نازک بنتا جا رہا ہے، حکومت کے بلند بانگ دعووں کے باوجود ملک کے مختلف حصوں میں قتل و غارت گری، ہجومی تشدد اور بے گناہوں کے خون سے ہولی کھیلنے کا سلسلہ جاری ہے، مسئلہ عام آدمی کا نہیں، خواص کا بھی ہے، صورت حال یہ ہے کہ داخلی سلامتی کے کاموں پر مامور ہمارے جوان بھی محفوظ نہیں ہیں، ۱۲/مارچ کو نکسلیوں نے چھتیس گڈھ کے سکما ضلع کے کرسنا رام تھانہ علاقہ میں بارودی سرنگ میں دھماکہ کر کے اینٹی لینڈ مائن وہیکل کو اڑا دیا، جس میں ۹ جوان شہید اور چھ زخمی ہوئے، جس علاقہ میں حادثہ ہوا وہ ضلع ہیڈ کوارٹر سے ساٹھ کلو میٹر دور ہے، حادثہ کے شکار سی آر پی اف کی دو سو بارہویں (۲۱۲) بٹالین کے جوان تھے جو سڑک تعمیر کر رہے مزدوروں کی سیکوریٹی اور تحفظ پر مامور تھے، مرنے والے مر گیے، ہماری ناقص داخلی سلامتی پالیسی کی بھینٹ چڑھ گیے، اب اس واقعہ پر اظہار رنج و غم کیا جا رہا ہے، شہیدوں کو سلام کیا جا رہا ہے، اور ہمدردیاں جتائی جا رہی ہیں، ۲۰۱۸ء میں یہ چھٹا حملہ ہے، جس میں ہمارے جوانوں کو جان سے ہاتھ دھونا پڑا ہے، داخلی سلامتی کے لیے ٹھوس حکمت عملی اپنانے کی ضرورت ہے تاکہ اس قسم کے واقعات کو روکا جا سکے، اپنے اندر گھسے ان آستین کے سانپوں کی خبر لینی چاہیے جو پولس فورس کی نقل و حرکت کی اطلاع نکسلیوں کو دیتے رہتے ہیں، نکسلی پولس سے وردی اور ہتھیار چھینتے رہے ہیں اور اس وردی کو پہن کر ہی وہ ہمارے جوانوں کو شہید کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں اس کے لیے حکومت کو ایسا میکانزم تیار کرنا چاہیے اور جوانوں کی ایسی تربیت ہونی چاہیے، کچھ ایسا کوڈ مقرر ہونے چاہیے جس سے ہمارے جوان وردیوں سے دھوکہ نہ کھائیں اور جان لیں کہ یہ ملک دشمن لوگوں کا جتھہ ہے، سوال یہ بھی ہے کہ ۱۱/بجے دن میں پلوڈی گاؤں کے قریب جب یہ حادثہ ہوا ہے، وہاں قریب ہی ایک سو پچاس سے زیادہ فوج کے جوان تعینات تھے، اور وہ اسلحوں سے لیس بھی تھے، ان کے فوری طور پر نقل و حرکت کر کے مورچہ لینے میں کون سی چیز رکاوٹ بن گئی کہ سارے نکسلی بھاگنے میں کامیاب ہو گیے، یہ سوالات یوں ہی نہیں ہیں، بلکہ ان کا بڑا گہرا تعلق ہماری داخلی سلامتی سے ہے، سب کچھ ٹھیک ہے کی آواز بلند کرنا تو بڑا آسان ہے، لیکن ایسے حادثات تو یہی بتاتے ہیں کہ سب کچھ ٹھیک نہیں ہے۔

آدھار کارڈ

سپریم کورٹ نے ۱۳/مارچ کو آدھار کارڈ سے تمام سرکاری خدمات کو لنک کرنے کی ۳۱/مارچ تک کی تاریخ کو فیصلہ آنے تک ملتوی کر دیا ہے، مرکزی حکومت آدھار کارڈ سے بینک، موبائل، راشن کارڈ وغیرہ کو جوڑنے کا اعلان کر چکی ہے، دوسری طرف مفاد عامہ کی عرضی سپریم کورٹ میں لگی ہوئی ہے، جس میں کہا گیا ہے کہ حکومت کے ایسا کرنے سے نجی راز کے تحفظ کا بنیادی حق متاثر ہوگا اور اس کے لیک ہونے پر بہت سارے مسائل کھڑے ہو سکتے ہیں، سپریم کورٹ نے نجی راز کے تحفظ کو بنیادی حق تسلیم کر لیا ہے، البتہ بعض مخصوص حالت میں جب ملکی سلامتی کو خطرات لاحق ہوں تو ایسے مسائل کو نجی راز سے مستثنیٰ کیا ہے، لیکن یہ بات واضح کر دیا ہے کہ حکومت بینک کھاتوں اور موبائل فون کو لازمی طور سے آدھار سے جوڑنے کے لیے دباؤ نہیں بنا سکتی، اس فیصلہ سے صارفین کو پین کارڈ، بینک اکاؤنٹ کے ساتھ ساتھ موبائل نمبر، شیر اسٹاکس، کریڈٹ کارڈ، ال پی جی کنکشن، انشورنس، پبلک پروڈنٹ فند، نیشنل سیونگ سرٹیفکٹ، کسان وکاس پتر، میچوئل فنڈ جیسی سبھی اسکیم اور سہولتوں کے سلسلے میں راحت ملی ہے، البتہ سبسڈی، اور سماجی رفاہی منصوبوں سے فائدہ اٹھانے کے لیے آدھار کارڈ سے لنک ہونا ضروری ہوگا، توقع ہے کہ عدالت حکومت کی جانب سے کالے دھن کو بیلنس کرنے کے اس فارمولے کو منظوری نہیں دی گے۔

حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم صاحبؒ رائے پوری

: ایڈیٹر کے قلم سے

ہندوستان کی بافیض اور مایۂ ناز خانقاہوں میں سے ایک خانقاہ رائے پور کے جانشین، مدرسہ مظاہر العلوم سہارن پور کے سابق استاذ حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم صاحب ۲۵/جمادی الاولیٰ ۱۴۳۹ھ مطابق ۱۲/فروری ۲۰۱۸ء کو لاکھوں سوگواروں کو مغموم اور چشم پرنم چھوڑ کر صبح کے وقت خالق حقیقی کے پاس چلے گیے، اناللہ وانا الیہ راجعون، اسی دن بعد نماز ظہر تدفین عمل میں آئی، جنازہ کی نماز ان کے داماد اور خادم خاص منشی عتیق صاحب نے پڑھائی۔

حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم صاحب بن حافظ محمد ایوب بن عبدالکریم بن فوجدار خان بن محمد یار خان بن محمد رستم خان بن مرتضیٰ خان بن محمد مہتاب خان بن محمد وہاب خان بن راؤ بہار خان بن غازی خان بن ہمت خان بن شیخ چند خان کی ولادت یکم جنوری ۱۹۳۲ء کو رائے پور میں ہوئی، ابتدائی تعلیم کے لیے چار سال کی عمر میں ۱۹۳۷ء میں مدرسہ فیض ہدایت گلزار رحیمی رائے پور میں داخل ہوئے اور نورانی قاعدہ سے تعلیم کا آغاز ہوا، ابتدائی تعلیم کے بعد اپنے والد حافظ محمد ایوب صاحب کے ساتھ نیا نگر دہرہ دون چلے گیے، ان دنوں حافظ محمد ایوب صاحب یہاں مسجد میں امامت کے فرائض انجام دے رہے تھے، یہاں ناظرہ قرآن کی تکمیل اور چند پارے قرآن کریم کے حفظ کے دوران والد صاحب کی تربیت میں رہے، اس کے بعد مدرسہ حفظ القرآن نوگاواں سے حفظ قرآن مکمل کیا، عربی کی ابتدائی کتابیں مدرسہ اسلامیہ ریڑھی تاج پورہ میں پڑھنے کے بعد اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور میں داخلہ لیا، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ، مولانا منظور احمد صاحب، حضرت مولانا شاہ اسعد اللہؒ اور حضرت مولانا امیر احمد کاندھلویؒ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا اور ۱۳۶۷ھ مطابق ۱۹۵۶ء میں یہیں سے سند فراغ حاصل کیا، تصوف کے مراحل حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ کی صحبت ومعیت اور بیعت سے طے کیے، اور اجازت پائی آپ کے چچا حافظ عبدالرشید صاحب نے بھی آپ کو سلسلہ کی اجازت عطا فرمائی تھی۔

تدریسی زندگی کا آغاز یکم نومبر ۱۹۵۸ء میں مدرسہ خادم العلوم باغوں والی سے کیا، پینتیس روپے ماہانہ تنخواہ مقرر ہوئی، وہاں قدوری، نور الایضاح، کنز الدقائق، شرح وقایہ، علم الصیغہ، کافیہ وغیرہ کتابیں آپ کے زیر درس رہیں، ۱۹۶۲ء میں ناقل فتاویٰ کی حیثیت سے مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور میں تقرری عمل میں آئی، لیکن آپ کی جہد مسلسل، کام کے تئیں لگن کو دیکھتے ہوئے اکابر مظاہر علوم نے تدریس سے وابستہ کر دیا، فقہ، فتاویٰ اور تفسیر سے متعلق کتابوں کا بائیس (۲۲) سالوں تک یہاں درس دیا اور ہزاروں شاگردوں نے آپ سے کسب فیض کیا، ۱۹۷۶ء میں مادر علمی مدرسہ گلزار رحیمی رائے کی سرپرستی آپ نے قبول فرمائی، ۱۹۸۵ء کے آس پاس جب مظاہر علوم میں وقف اور قدیم وجدید کے جھگڑوں نے زور پکڑا تو آپ نے ان جھگڑوں سے خود کو الگ رکھا، سہارن پور میں قیام کے ساتھ اپنے کو الگ رکھنا ممکن نہیں ہوسکا، تو ۱۹۸۵ء میں آپ نے مظاہر علوم سے باضابطہ استعفیٰ دے کر علاحدگی اختیار کرلی ور اپنے شیخ کی خانقاہ رائے پور کو مستقل مستقر اور مسکن بنالیا۔

خانقاہ رائے پور کا اپنا ایک حلقہ اثر اور وقار تھا، یہاں سے حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ اور اکابر دیوبند نے استفادہ کیا تھا، اس لیے اس خانقاہ کے جانشیں کا برصغیر ہندوپاک اور بنگلہ دیش میں خاص اہمیت تھی، لیکن مفتی عبدالقیوم صاحبؒ نے اس جانشینی کو مقام ومرتبہ کے اظہار اور فضل وکمال کے اعتراف کے لیے کبھی استعمال نہیں کیا، وہ اپنے کو اس خانقاہ کا خادم اور جاروب کش سمجھتے اور رائے پور کی اصل خصوصیت تواضع، کثرت ذکر، دنیا اور علائق دنیا سے دوری اور حصول زہد کے لیے ریاضت کو انہوں نے اپنی زندگی کا مقصد بنا رکھا تھا، اور وہ اپنے مقصد میں پورے طور پر کامیاب تھے، ان کا رشتہ مالک الملک اور خالق کائنات سے اس قدر جڑا ہوا تھا کہ دنیا کی سرسبزی وشادابی، چکا چوند اور رونق مکھی مچھر کے پر کے برابر ان کے نزدیک نہیں تھی، بندوں کے حقوق کی ادائیگی، اکرام ضیوف، اور تشنگان معرفت کے لیے اگر وہ بچھ جاتے تھے تو اس میں بھی شریعت ہی کا پاس ہوتا تھا اور وہ کسی بھی حال میں واردین صادرین سے کوئی توقع اور امید نہیں رکھتے تھے، اللہ سے تعلق اور بندوں سے لاتعلقی ان کا طرۂ امتیاز تھا، وہ اپنے مریدوں کی دعوت پر ادارے، تنظیموں اور مدارس کے جلسے میں جاتے، دوزانو بیٹھتے، لیکن کبھی بھی صدارتی خطاب نہیں فرمایا، اختتام پر دعا کے بھی قائل نہیں تھے اور اسے سنت کے خلاف سمجھتے تھے فرماتے کہ مجلس کے اختتام پر مسنون دعا صرف استغفار ہے، بہت اصرار ہوتا تو کسی عالم کو دعا کے لیے کہہ دیتے، ادب کا حال یہ تھا کہ اپنے بزرگ اور شیخ حضرت شاہ عبدالرحیم اور حضرت شاہ عبدالقادرؒ کی نشست گاہ پر بیٹھنے سے بھی احتیاط برتتے اور ذکر کی مجلس تک میں وہاں بیٹھنے سے گریز فرماتے، زندگی کے آخری سالوں میں صرف اللہ اللہ کی رٹ لگاتے، بولنا چالنا بالکل نہیں کرتے، کھانا پینا بھی چھوڑ دیا تھا، چنانچہ ڈاکٹروں کے مشورہ پر چار سال تک ناک میں ٹیوب ڈال کر غذا پہونچائی جاتی رہی، استغراقی کیفیت اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ اہلیہ محترمہ نے دنیا کو الوداع کہہ دیا، لوگ دور دراز سے جنازہ میں شرکت کے لئے آئے، بھیڑ دیکھ کر اپنے داماد اور خادم خاص منشی عتیق صاحب سے پوچھا کہ آج بھیڑ کیوں ہے؟ انہوں نے کہا کہ پیرانی صاحبہ چل بسیں، تو بڑی معصومیت سے پوچھا، مرگئی بے چاری؟

یقیناً مولانا مفتی عبدالقیوم صاحب اپنے بزرگوں کے سچے جانشیں تھے، حضرت مولانا شاہ عبدالرحیمؒ مولانا شاہ عبدالقادر اور مولانا عبدالعزیزؒ نے جو ورثہ انہیں سونپا تھا اس کو اپنی زندگی میں اتارا اور اللہ کے ہزاروں بندوں کو سوئے حرم لانے کا فریضہ انجام دیا، یہ دوکان وہ تھی جہاں سے درد دل کی دوا ملتی تھی، جس سے قلب مصفیٰ اور مجلی ہوا کرتا تھا، حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم صاحب نے رخت سفر باندھ لیا لیکن یہ دوکان کبھی بند نہیں ہوگی، چنانچہ مفتی صاحب کے جانشیں کے طور پر ان کے خادم خاص اور داماد کو اکابر کی سرپرستی میں یہ دوکان حوالہ کردی گئی ہے، انشاء اللہ اس خانقاہ کا فیض قیامت تک جاری رہے گا، کیوں کہ اس کے بغیر آدمی کام کا نہیں، نام کا رہ جاتا ہے، حضرت مولانا محمد احمد پرتاب گڈھیؒ کا ایک شعر نوک قلم پر آگیا۔

عشق نے احمد مجلّٰی کر دیا ۔۔۔ ورنہ ہم بھی آدمی تھے نام کے

کتابوں کی دنیا

تبصرہ کے لئے کتابوں کے دو نسخے آنے ضروری ہیں

طلاق مخالف بل: مسلم خواتین کے ساتھ ناانصافی

: مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

مولانا حکیم محمد شبلی قاسمی جواں سال، جواں عزم عالم دین ہیں، تقریر کے ساتھ تحریر کی صلاحیت بھی ان کی مضبوط ہے، انہوں نے طلاق مخالف بل پر شائع شدہ قیمتی مضامین کو اس کتاب میں شامل کیا ہے، جگہ جگہ ان کے تبصرے اور حقیقت کو واشگاف کرنے والے مختصر مگر پرمغز جملوں نے ان مضامین کی اہمیت اور سماج پر اس بل کے مضر اثرات سے قارئین کو باخبر کرنے میں اہم رول ادا کیا ہے، نائب ناظم امارت شرعیہ بننے کے بعد یہ ان کی پہلی کتاب ہے، جب کہ اس کے قبل جمعہ اور عیدین کے احکام، ڈائرکٹری مدارس ملحقہ وفاق المدارس الاسلامیہ، منزل کا سراغ اور حج وعمرہ کا آسان طریقہ مطبوع ہوکر مقبول ہو چکے ہیں، مدینہ منورہ اور اس کے تاریخی مقامات، حیات نسیم، علمی خزانے طباعت کے مرحلے میں ہیں۔

چھیاسی صفحات پر مشتمل اس کتاب میں طلاق ثلاثہ: دیوانی معاملہ، فوجداری قانون (کپل سبل)، تین طلاق پر تین سال کی سزا، تین طلاق پر غیر متوازی سزا (حضرت امیر شریعت دامت برکاتہم) طلاق مخالف بل: ناانصافیوں پر مبنی طلاق مخالف بل: حقائق ومضمرات (مولانا انیس الرحمٰن قاسمی) تین طلاق پر حکومت کا قانون (مولانا خالد سیف اللہ رحمانی) طلاق مخالف بل عورتوں کے ساتھ ناانصافی (مولانا محمد شبلی قاسمی) پوسٹ مارٹم (مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی) تین طلاق پر من مانا قانون (رندیپ سنگھ سرجے والا) مجوزہ بل کی خامیاں (مولانا خلیل الرحمٰن سجاد نعمانی) کیا مسلم ممالک میں تین طلاق پر پابندی ہے (مولانا حسین احمد قاسمی) اسلام کا عائلی نظام اور موجودہ طلاق بل: کچھ حقائق، کچھ گذارشات (مولانا محمد اسجد قاسمی ندوی) اور طلاق مخالف بل پر ملک کی مشہور شخصیات کے تاثرات شامل کیے گیے ہیں، آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ کے اس موضوع پر موقف کو سمجھنے کے لئے طلاق مخالف بل کا مسودہ اور صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ کا خط بنام وزیر اعظم ہند کو بھی شامل کتاب کرلیا گیا ہے، اس سے تمام مالہ وماعلیہ کو سمجھنے میں خاصی مدد ملتی ہے، ظاہر ہے سارے مضامین طلاق بل کے حوالہ سے لکھے گیے ہیں، اس لیے ان میں لب ولہجہ، تعبیرات وانداز کے مختلف ہونے کے باوجود تکرار کا ہونا فطری ہے، البتہ بعض مضامین ایسے ہیں، جن میں جملے اور پیرا گراف لگتا ہے کہ دوسرے مضامین سے کوپی کردی گئی ہے، ترتیب کے وقت اس قسم کے تکرار کو حذف کر دینا چاہیے تھا، کتاب کی ترتیب میں اگر پہلے طلاق مخالف بل کے مسودہ، پھر صدر محترم کا خط ہوتا اور بعد میں اس پر لکھے گیے مضامین ومقالات تو زیادہ بہتر تھا، لیکن ظاہر ہے مبصر کی پسند مؤلف کی بھی پسند ہو، یہ ضروری تو نہیں۔ پروف کی غلطیاں کتاب کے دوسرے صفحہ سے ہی شروع ہو جاتی ہیں اور کتاب کے نام کا رسم الخط ہی بدل سا گیا ہے، لیکن ان چیزوں سے کتاب کی اہمیت وافادیت پر کوئی فرق نہیں پڑتا، واقعہ یہ ہے کہ اس موضوع پر یہ کتاب شاہ کلید ہے، کتاب امارت شرعیہ کے شعبہ نشر واشاعت سے چھپی ہے، کمپوزنگ راشد العزیری اور طباعت دی پرنٹو اسٹیشنرس دریاپور کی ہے، کتاب پر قیمت درج نہیں ہے، مطلب ہے کہ مفت میں مل سکتی ہے، کاغذ، طباعت، سرورق خوبصورت اور دیدہ زیب ہے۔

غنی التجوید

حافظ وقاری عثمان غنی الحسینی پھریاوی مہتمم مدرسہ دارارقم پھیڑیا وایا نیمی ضلع شیخ پورہ بہار کی یہ کتاب قرآن کریم کو صحت کے ساتھ پڑھنے پڑھانے کی ایک مستحسن کوشش ہے، کتاب کی ترتیب وتالیف ضیاء القرأت کے انداز کی ہے اور قرآن کریم کو تجوید کے ساتھ پڑھنے کے لیے جن امور کی ضرورت ہے، اس پر پوری توجہ مرکوز کی گئی ہے، چوں کہ وہ زمانہ دراز سے تجوید وقرأت اور تحفیظ قرآن کے کام سے وابستہ رہے ہیں، اس لیے اس میدان میں جو تجربات انہوں نے کیے ہیں اس کا پرتو اس کتاب میں صاف نظر آتا ہے، مخارج کو سمجھانے کے لئے دانت کے نقشہ بھی دیے گیے ہیں، خود مؤلف نے عرض مؤلف میں لکھا ہے کہ ''اس کتاب میں بچوں کی نفسیات اور استعداد کو سامنے رکھ کر اختصار کے ساتھ سادہ اور سہل انداز میں تجوید کے اصول وقواعد اور نقشے بھی دیدیے گیے ہیں، تاکہ بچوں کے ذہن میں تجوید قواعد نقش ہو جائیں''، مولانا عامر ظفر مدنی کی تقریظ سے کتاب کا آغاز ہوتا ہے، اسی (۸۰) صفحات پر مشتمل یہ کتابچہ اس موضوع پر عجالۃ نافعہ ہے، جس سے مکاتب اور قرآن کے معلمین اور قرآن کریم کی تلاوت کرنے والے پورے طور پر فائدہ اٹھا سکتے ہیں، آج مدرسہ کے فضلاء اور فارغین کے علاوہ لوگوں میں جو قرآن کریم کی تلاوت کا طریقہ ہے وہ رتل القرآن ترتیلا کے تقاضے کے مطابق نہیں ہے حروف کی مخارج سے ادائیگی نہ ہونے کی وجہ سے معنی میں ایسی تبدیلی ہو جاتی ہے کہ نماز فاسد ہو جاتی ہے اور مصلی کو پتہ بھی نہیں چلتا، اس تناظر میں یہ کتاب وقت کی ضرورت ہے، سبق کے بعد سوالات قائم کیے گیے ہیں، جس سے طلبہ کو مسائل کے مستحضر کرنے میں سہولت ہوگی، کتاب کا نام مؤلف نے اپنے نام کی مناسبت سے رکھا ہے، لیکن یہ نام بہت بامعنی نہیں ہے، غنی کے معنی بے نیاز کے ہوتے ہیں، قرآن کریم میں یہ لفظ اسی معنی میں استعمال ہوا ہے، واللہ الغنی وانتم الفقراء اللہ بے نیاز ہے اور تم سب محتاج ہو، اس معنی کے اعتبار سے غنی التجوید کا مطلب ہوگا، تجوید سے بے نیاز، پھر تالیف کی ضرورت ہی کیا تھی، ایک لفظ غنا ہے، مالداروں کے معنی میں، اس صورت میں معنی ہوں گے، تجوید کی مالداری، ظاہر ہے یہ معنی بھی کھینچ تان کر کر ہی کتاب پر فٹ ہوتا ہے، اس لیے آئندہ اڈیشن میں اس نام میں ایسی تبدیلی کرنی چاہیے کہ معنی کے اعتبار سے بھی ٹھیک ٹھاک ہو جائے، کتاب کی قیمت پچاس روپے ہے، مؤلف کے پتہ سے حاصل کی جاسکتی ہے، طباعت عمدہ اور غلطیوں سے پاک صاف ہے۔

کرپشن اور اسلامی تعلیمات

مولانا محمد سعود عالم قاسمی

اس وقت ہمارا ملک کرپشن اور بدعنوانی کے جال میں پھنسا ہوا ہے، ہر طرف بدعنوانی اور رشوت ستانی کا دور دورہ ہے، مرکزی حکومت سے لے کر صوبائی حکومت تک اور بلدیاتی سطح تک کرپشن کا کاروبار پھیلا ہوا ہے، سرکاری محکموں اور نیم سرکاری اداروں میں کرپشن اس طرح جڑ پکڑ لیا ہے کہ وطن عزیز کو اس سے آزاد کرنا مشکل معاملہ بن گیا ہے، عام طور پر کرپشن کا اطلاق سرکاری منصب واختیار اور وسائل کا غلط استعمال پر ہوتا ہے، مگر اس میں مالی بدعنوانی کے ساتھ اقرباء پروری، رشوت خوری، تجارت کے لیے سرکاری حیثیت کا استعمال، ناحق سرپرستی، انتخابی دھوکہ وغیرہ سب شامل ہیں۔

ملک میں کرپشن اور بدعنوانی کی نت نئی شکلیں پیدا ہوچکی ہیں اور مرکزی وصوبائی حکومت کے بڑے بڑے وزرا اور آفیسر کرپشن میں ملوث ہیں، سرکاری عہدوں اور اختیارات کا ناجائز استعمال کرنا تو عام سی بات ہے، سرکاری خزانوں میں خرد برد کرنا اور سرکاری ٹھیکوں میں کروڑوں کا گھپلہ کرنا ان کا پیشہ بن چکا ہے، ملک میں بدعنوانی اس مقدار میں ہونے لگی ہے کہ اس رقم سے پورے ملک کے باشندوں کی خوراک وپوشاک کا انتظام کیا جاسکتا ہے، جو پارٹی برسر اقتدار آتی ہے، اس کے چالاک وزرا اور آفیسر اپنے اقتدار کو ناجائز کمائی اور سیاہ آمدنی کا ذریعہ بنا لیتے ہیں، حزب اختلاف کے لوگ اس کے خلاف آواز بلند کرتے ہیں، مگر جب ان کو اقتدار حاصل ہوجاتا ہے تو وہ بھی کرپشن کی بہتی گنگا میں نہانے لگتے ہیں اور اختیار کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں، اس طرح بدعنوانی کا ناپاک سلسلہ چلتا رہتا ہے، جو لوگ براہ راست رشوت نہیں لیتے، وہ شادی بیاہ میں بڑے بڑے تحفے قبول کرتے ہیں۔

یہ سیاسی رہنما عوام سے بھی ان کے ناجائز کاموں کو پورا کرنے کے لیے رشوت لیتے ہیں اور جن کو سرکاری ٹھیکہ یا عہدہ دلاتے ہیں، ان سے بھی کمیشن حاصل کرتے ہیں، وہ سمجھتے ہیں کہ جس کرسی تک وہ پیسہ خرچ کرکے اور محنت کرکے پہونچے ہیں، اس کا صلہ اوپر کی کمائی ہے، بالائی سطح پر جب حکومت کے عہدے دار اور سرکاری منصب دار کرپشن میں ملوث ہوتے ہیں، تو سماج کی نچلی سطح تک کرپشن کا جال پھیل جاتا ہے اور ہر جگہ عام انسانوں کو اس اذیت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

موٹر گاڑیوں میں سفر کرتے ہوئے اگر ٹریفک پولس سے معاملہ پڑ جائے تو رشوت دینی پڑتی ہے، ٹرینوں میں ٹکٹ چیک کرنے والا اور سیٹ دینے والا ٹی وصولی کی رسید دینے کے بجائے رشوت خوری میں یقین رکھتا ہے، پولس اسٹیشن میں اگر کوئی معاملہ پہونچ جائے تو بغیر رشوت دیئے تصفیہ نہیں ہوتا ہے، پاسپورٹ کی انکوائری کرنے والے پولس اور انٹلی جنس کے افراد بغیر پیسہ لیے رپورٹ نہیں لکھتے، پاسپورٹ آفیسر بغیر رشوت کے وقت پر پاسپورٹ نہیں دیتے، ملازموں کا ایک شہر سے دوسرے شہر تبادلہ کرنے والے آفیسر اور وزیر رشوت کے بغیر تبادلہ نہیں کرتے، تعلیمی اداروں کی منظوری کے لیے جانچ کرنے والے ماہرین مالی تحفہ لیے بغیر واپس نہیں جاتے، صنعت وتجارت کا پرمٹ لینے کے لیے موٹی رقم رشوت میں دیئے بغیر اجازت نامہ نہیں ملتا، نوکری حاصل کرنی ہو تو ایک متعین رقم پہلے سے تقرر کرنے والے افراد کو دینی پڑتی ہے۔

سرکاری عمارتیں، سڑک اور پل بنانے والے انجینئر، سپروائزر اور ٹھیکیدار سب رشوت میں اپنا اپنا حصہ لیتے ہیں، جس کسی تعمیراتی کام میں معیاری سامان کی جگہ لگایا جاتا ہے، تو اس کا براہ راست اثر اعوام کی زندگی پر پڑتا ہے، اب نوبت یہاں تک پہونچ چکی ہے کہ انصاف حاصل کرنے کے لیے بھی کورٹ کچہری میں رشوت کا عمل دخل ہوگیا ہے، غرض یہ کہ سیاسی اور سماجی زندگی کے ہر شعبہ اور ہر میدان میں اور سرکاری کام وکاج کے ہر محکمہ میں کرپشن سرایت کر چکا ہے اور عام شہریوں کو اس کا عذاب سہنا پڑ رہا ہے، سرکاری آفیسروں کی ایک بڑی تعداد ایسی ہے جن کی جائیداد اور مالی حیثیت ان کی معروف آمدنی سے بہت زیادہ ہے، جب حکومت کا چھاپا پڑتا ہے تو معمولی کلرک کے گھر سے بھی کروڑوں کی مالیت برآمد ہوتی ہے، جن وزرا اور آفیسروں کا پردہ فاش ہوجاتا ہے، وہ تو قانون کی گرفت میں آجاتے ہیں اور ملکی قانون کے مطابق سزا پاتے ہیں، مگر بہت سے ایسے بھی ہیں جو قانون کی گرفت سے باہر ہیں اور بدستور بدعنوانی میں ملوث ہیں، ان کو دیکھ کر دوسرے لوگ بھی بدعنوانی کرتے ہیں۔

کرپشن کے اس کالے کاروبار نے ہر شریف انسان اور باضمیر شہری کو تشویش میں مبتلا کر دیا ہے اور اسے ختم کرنے کی تدبیر پر غور کرنے پر مجبور کیا ہے، چنانچہ کرپشن کے خلاف آوازیں اٹھتی ہیں، تحریکیں چلتی ہیں، کسی حد تک قانونی کارروائیاں بھی ہوتی ہیں، ان سب کے باوجود کرپشن ختم ہونے کا نام نہیں لیتا؛ بلکہ سیاہی اور بڑھ جاتی ہے، بقول شاعر

کہیں بھولے سے دیپ جب بھی کوئی ٹمٹماتا ہے
اندھیرا اور گہرا اور گہرا ہوتا جاتا ہے

ملک میں کرپشن اور بدعنوانی کے بڑھتے ہوئے ناسور کو ختم کرنے کے لیے ہمہ گیر مہم چلانے کی ضرورت ہے، ایک طرف تو ملک کے شہریوں اور عام انسانوں کو جائز آمدنی اور ناجائز کمائی کے بارے میں حساس اور باشعور بنانے کی ضرورت ہے، محنت ومشقت سے کمائی ہوئی دولت اور حلال آمدنی کی اہمیت اور بال بچوں پر پڑنے والے منفی اثرات سے آگاہ کرنے کی ضرورت ہے؛ اس کے لیے اسکولوں کے تعلیمی نصاب میں اس مضمون کو لازمی طور پر شامل کرنا چاہئے، نیز میڈیا میں اسے مستقل فیچر کے طور پر پیش کرنا چاہیے، دوسری طرف کرپشن کے خلاف ایسا ایکٹ اور قانون بنانا چاہیے جو مؤثر ہو اور اس کا نفاذ بغیر کسی جانب داری اور تفریق کے ہر طبقہ پر کیا جانا چاہیے، قانون جب تک موثر اور عبرت ناک نہیں ہوگا، کرپشن کا خاتمہ مشکل ہی سے ہوسکے گا، ملکی صورت حال یہ ہے کہ بدعنوان آفیسروں کا یہ خیال ضرب المثل بن گیا ہے کہ ”رشوت لیتے ہوئے پکڑے گئے تو رشوت دے کر چھوٹ جائیں گے“، جب بدعنوان لوگوں کو سخت سزا اور سماجی رسوائی کا خوف ہوگا تو اپنا ہاتھ کالا کرنے سے گریز کریں گے، اپنی جائز کمائی پر قناعت کریں گے اور اپنی ضروریات اسی میں پوری کریں گے۔

کرپشن صرف اس ملک کا مسئلہ نہیں ہے، بلکہ بیشتر ملکوں میں کرپشن کا طاعون پھیلا ہوا ہے، یہاں تک کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مقدس میں بھی اس بیمار ذہنیت کے لوگ موجود تھے، مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اصلاح فرمائی اور ایک پاکیزہ وصاف معاشرہ کی تشکیل فرمائی، آج ہم رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں اور اپنے سماج کو بدعنوانی سے پاک کر سکتے ہیں۔

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حلال روزی کمانے کو عبادت کا درجہ دیا اور حلال کمائی کو فرض قرار دیا، آپ نے یہ شعور پیدا کیا کہ انسان کے لیے وہی مال حلال ہے، جو اس نے خود کمایا ہو، یا اسے وراثت میں ملا ہو، یا اسے ہدیہ اور تحفہ میں دیا گیا ہو، کسی دوسرے انسان کا مال اس کی مرضی کے بغیر لینا، یا اس کی مجبوری سے فائدہ اٹھا کر لینا ہرگز درست نہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”تم لوگ آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ اور نہ پہونچاؤ ان کو حاکموں تک کہ کھا جاؤ لوگوں کے مال میں سے کوئی حصہ ناحق، حالاں کہ تم اسے جانتے ہو“۔

جب کوئی عہدیدار اور آفیسر کسی سرکاری کام اور عوامی کام کے لیے کسی فرد اور ایجنٹ سے مالی عوض، یا تحفہ قبول کرتا ہے تو یہ بھی رشوت ہی کی ایک شکل ہے، اسی طرح جب کوئی آفیسر کسی کا جائز کام کرکے مالی منفعت یا تحفہ لیتا ہے تو یہ بھی رشوت ہی کا حصہ ہے اور یہ قانون، مذہب اور اخلاق ہر جگہ گناہ ہے۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے رشوت لینے والے اور رشوت دینے والے دونوں کو گناہ گار قرار دیا ہے۔ (سنن ترمذی)

کسی جائز کام کو انجام دلانے کے لیے رشوت دینا ایک مجبوری تو ہوسکتی ہے، مگر رشوت لینا کسی بھی حال میں مجبوری نہیں، رشوت خوری کو کسی بھی قیمت پر جائز نہیں ٹھہرایا جاسکتا، بہت سے عہدے دار اور آفیسرس کو ان کے عہدے کی وجہ سے تحفے دیئے جاتے ہیں اور ان سے مطلب نکالا جاتا ہے، رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں آفیسر کو ہدیے اور تحفے بھی رشوت ہیں، سرکاری کاموں کے ذمہ دار جب کوئی ٹھیکہ دیتے ہیں یا سامان خریدتے ہیں تو ان کاموں کے عوض ان کو کمیشن دیا جاتا ہے، یہ کمیشن بھی رشوت ہے اور بدعنوانی ہے؛ کیوں کہ کمیشن دینے والے اسی مال میں سے کاٹ کر کمیشن دیتے ہیں اور جو انہوں نے سرکاری محکمہ کو فراہم کیا ہے، پھر وہ مقدار یا معیار میں کمی کر لیتے ہیں۔

ایک مرتبہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ بنی اسد کے ایک شخص کو جس نام ابن تسبیہ تھا، صدقہ کا مال وصول کرنے کے لیے عامل مقرر کیا، جب وہ شخص مال وصول کرکے آیا تو اپنے ساتھ دو طرح کے مال لایا، ایک کے بارے میں اس نے کہا کہ یہ تو آپ کا یعنی بیت المال کا ہے اور دوسرے کے بارے میں کہا کہ یہ میرا ہے، مجھے ہدیہ میں ملا ہے، یہ سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بہت ناراض ہوئے، آپ منبر پر تشریف لائے، خطبہ دیا اور فرمایا: ”لوگوں کو کیا ہوگیا ہے کہ میں کسی کو عامل مقرر کرتا ہوں تو وہ کہتا ہے یہ تو آپ کا ہے اور یہ مجھے ہدیہ میں ملا ہے، وہ کیوں نہیں اپنے ماں باپ کے گھر بیٹھتا اور دیکھتا کہ کون اسے ہدیہ دیتا ہے“۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت فرمائی: ﴿ومن یغلل یأت بما غل یوم القیامة﴾ (سورہ آل عمران: ۱۶۳) جو شخص خیانت کرے گا وہ خیانت کردہ سامان کے ساتھ قیامت میں حاضر ہوگا، اگر کسی نے اونٹ لیا ہوگا تو اونٹ کی آواز آئے گی اور کسی نے بکری لی ہوگی تو بکری کی آواز آئے گی۔ (صحیح البخاری)

مجمع الزوائد کی ایک روایت کے مطابق رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے سرکاری عہدیداروں کو دیئے گئے ہدیے کو ناجائز فرمایا ہے، اسی بنا پر شریعت اسلامیہ میں قاضی اور حاکم کو ایسے ہدیے قبول کرنے سے منع کیا گیا ہے، جو اس سے پہلے اسے نہ دیئے جاتے ہیں۔ کرسی قضا پر بیٹھ کر ہدیہ لینا شبہات کو جنم دیتا ہے، ہدیہ اور تحفہ کے نام پر رشوت اور بدعنوانی کی گرم بازاری دراصل معاشرہ کو فساد میں مبتلا کر دیتی ہے، حاکم اپنا منصبی کام بھی کرتا ہے تو امید کرتا ہے کہ اسے صلہ اور تحفہ دیا جائے گا، اسی لیے شریعت نے ہدایت کی ہے کہ اگر کسی منصب دار کو کوئی نقد یا جنس تحفہ میں ملا ہے تو وہ اسے سرکاری خزانہ میں جمع کر دے، کم تر صورت یہ ہے کہ حکومت کو باخبر کر دے۔

کرپشن دور کرنے کا سب سے موثر راستہ یہ ہے کہ لوگوں کے دلوں میں خدا کا خوف اور ذمہ داری وجوابدہی کا احساس پیدا کیا جائے، یہ باور کرایا جائے کہ ہر ملازم اور آفیسر ملکی قوانین کے سامنے جواب دہ ہے اور خدا کے سامنے بھی جواب دہ ہے، ممکن ہے کہ کرپشن میں ملوث آفیسر ملکی قانون سے بچ جائے، محاسب کی نظر سے بچ جائے، مگر یہ ممکن نہیں کہ وہ خدا کی نظر سے بچ جائے، اس کا پیدا کرنے والا اسے دیکھ رہا ہے، اس کے ہر عمل اور حرکت پر اس کی نظر ہے، وہ ڈھیل ضرور دیتا ہے، مگر اس کی پکڑ بہت سخت ہے، انسان اس کی پکڑ سے نہیں بچ سکتا ہے، اسے تو اپنے ہر عمل کا جواب اور ہر رقم کا حساب دینا ہوگا، اس کی عدالت میں سفارش نہیں چلتیء، رشوت نہیں چلتی، وہ منصف ہے، انصاف کرتا ہے اور مجرم کو سزا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”اس دن سے ڈرو، جس میں تم اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے، پھر ہر شخص کو اس کی کمائی کا پورا بدلہ دیا جائے اور ان پر ظلم نہ ہوگا“۔

اللہ کا خوف اگر آفیسر اور ملازم کے دل میں پیدا ہوجائے گا تو کالی کمائی کا کاروبار رک جائے گا اور گناہ کی طرف بڑھتا ہوا قدم تھم جائے گا۔

وضاحت :

نقیب کے گذشتہ شمارہ میں جناب حسن نواب حسن کی ایک نظم ”دین بچاؤ، دیش بچاؤ“ کے عنوان سے شائع ہوئی تھی، جس کے بعض اشعار میں فکری کجی کا اظہار قارئین نے کیا تھا، حسن نواب حسن نے امارت شرعیہ آکر وضاحت کی کہ ”بھکتی“ کا استعمال پوجا کے معنی میں نہیں، سمّان اور عزت کے معنی میں کیا ہے، لغت میں ایک معنی اس کے یہ بھی ہیں، ماں کے بجائے ماؤں کا لفظ ضرورت شعری کی بنا پر ہے۔“ اس نظم کے بعض اشعار سے قارئین کو جو تکلیف ہوئی اس کے لئے ادارہ معذرت خواہ ہے۔

تحفظ شریعت کا راستہ

مولانا سید بلال عبدالحی حسنی ندوی

آج ہمارے سامنے ملک کے جو حالات ہیں اور مسلمان اپنے سامنے جو سنگین خطرات محسوس کر رہے ہیں، یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس میں کوئی شبہ کی بات نہیں ہے؛ لیکن ہمیں صرف خطرات محسوس کر کے اور اس پر گفتگو کر کے بیٹھ جانا کافی نہیں ہے، اصل بات یہ ہے کہ ان خطرات کی جو بنیاد ہے، اس تک پہونچنے کی کوشش کی جائے اور آج جو کچھ بھی ہو رہا ہے، اس کے اصل سبب کو تلاش کیا جائے، تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ کیا وجوہات ہیں، جن کی بنیاد پر یہ حالات پیش آ رہے ہیں، یہ حقیقت ہے کہ جو قومیں زندہ ہوتی ہیں، ان کے دل و دماغ زندہ ہوتے ہیں، وہ اسباب کو تلاش کرتے ہیں، وہ یہ سوچتے ہیں کہ آخر ایسا کیوں ہوا اور پھر وہ یہ کوشش کرتے ہیں کہ جہاں سے پانی آ رہا ہے، اس منفذ کو بند کر دیا جائے اور وہاں کوئی مسالہ لگا دیا جائے، تاکہ جن مسائل کا ہمیں مستقل سامنا کرنا پڑ رہا ہے، ان مسائل کا سامنا نہ کرنا پڑے، جو محنتیں اوپر سے ہوتی ہیں، ان کی ضرورت کبھی کبھار پڑتی ہے اور وہ مستقل مسئلہ کا حل بھی نہیں ہے، مسئلہ کا جو اصل حل ہے، وہ یہ ہے کہ ہم یہ غور کریں کہ ماضی میں ہم سے کیا ایسی غلطی ہوئی ہے، جس کے نتیجہ میں ہمیں یہ سب بھگتنا پڑ رہا ہے۔

میں بہت واضح طریقہ پر آپ سے چند باتیں عرض کرتا ہوں اور میں صرف اپنے تجربہ سے نہیں کہتا، بلکہ قرآن و حدیث کی روشنی میں کہتا ہوں، اللہ تعالیٰ ہمیں دائرہ اختیار عطا فرمایا ہے، یعنی کام کرنے کا ایک دائرہ دیا ہے اور اس میں ہم کو اللہ نے پوری طرح سے اختیار عطا فرمایا ہے، جب تک ہم اپنے اس اختیار کو استعمال کر کے دین پر عمل نہیں کریں گے، اس وقت تک ہم کبھی بھی اس دائرہ کو آگے نہیں بڑھا سکتے، بلکہ یہ دائرہ ہمارے لیے تنگ ہوتا چلا جائے گا، آپ کے سامنے جو حقائق ہیں، ان حقائق کو آپ کے لیے سمجھنا ضروری ہے، آپ کیا کر سکتے ہیں، آج آپ کے سامنے کہاں تک میدان کھلا ہوا ہے، آپ کس حد تک دین پر عمل کر سکتے ہیں، اپنی عبادات میں، اپنے معاملات میں، اپنی معاشرت میں، اپنے طرز زندگی میں اللہ نے آپ کو کہاں تک اختیار عطا کیا ہے، ہم سب کو اس پر توجہ دینے کی ضرورت ہے کہ آج جو ہماری زندگی گذر رہی ہے، ہم اس زندگی میں کس حد تک دین پر عمل کرتے ہیں، کیا کوئی ہم کو مسجد میں آنے سے روکتا ہے؟ کیا کوئی ہم سے یہ کہتا ہے کہ جب تم شادی کرو تو دیکھو یہ ساری رسمیں ہیں، اس کے یہ سارے طریقے ہیں، اگر تم نے ان کو اختیار نہ کیا تو تم کامیاب نہیں ہوگے؟ کیا ہمارے سامنے کوئی ایسے حدود ہیں کہ جب طلاق کی نوبت آئے تو ہمیں اس طرح طلاق دینی ہے؟ کیا ہمارے سامنے کوئی ایسا قانون ہے کہ جب وراثت تقسیم کی جائے تو عورتوں کو اور بچیوں کو ان کا حق نہ دیا جائے؟ کیا ہمارے سامنے حکومت کی طرف سے کوئی ایسا ضابطہ یا کوئی قانون نافذ کر دیا گیا کہ جب کوئی کارخانہ لگاتے ہوں یا کوئی کاروبار کرتے ہوں، اس میں آپ لون لیں اور لون کے بغیر آپ کا کوئی کام نہ چلے؟ میری مختلف طبقے کے لوگوں سے ملاقاتیں ہوتی ہیں، بڑے بڑے تاجروں سے بھی ملاقاتیں ہوتی ہیں، اللہ نے نہ جانے کتنوں کو یہ توفیق دی ہے کہ بڑے بڑے کارخانے والے جو کروڑ پتی ہیں، لیکن آج تک انہوں نے سود کے ایک پیسہ کو بھی ہاتھ نہیں لگایا، کیا ہمارے اوپر اس طرح کی کوئی پابندیاں ہیں؟

میں صاف عرض کرنا چاہتا ہوں آج آپ کے پاس وقت ہے، ابھی مسجدیں کھلی ہوئی ہیں، مسجد کے مناروں سے ابھی آوازیں بلند ہو رہی ہیں، گرچہ اس پر اب نگاہیں ڈالی جا رہی ہیں اور خاص تدبیریں اختیار کی جا رہی ہیں، لیکن ابھی کوئی نہیں روکتا کہ آپ مسجد میں آ کر نماز ادا نہ کریں، اللہ کا کتنا بڑا فضل ہے نہ جانے کتنے ایسے ملک ہیں، بلکہ بعض ایسے مسلم ملک ہیں جو ایسے بے غیرت ہیں کہ اگر وہاں کوئی پانچوں وقت کی نماز آ کر ادا کرتا ہے تو رجسٹر میں اس کا نام لکھ دیا جاتا ہے کہ یہ شدت پسند مسلمان ہے؛ لیکن اللہ کا کتنا بڑا کرم ہے کہ اس ملک میں رہ کر مسجد میں نماز ادا کر سکتے ہیں، مگر سوال یہ ہے کہ کیا کوئی ہمیں اب اس دن کا انتظار ہے کہ ہمارے اوپر بھی وہ سب پابندیاں لگائی جائیں اور ہم سے یہ کہا جائے کہ آپ اپنے گھروں میں نماز ادا کر لیجئے، پانچ وقت مسجد میں آنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور آپ کو جمعہ میں جمع ہونے کی ضرورت نہیں ہے، اس سے ہمیں خدشہ ہے کہ کہیں دہشت گردی کو فروغ نہ ملے، اللہ تبارک وتعالیٰ وہ دن نہ لائے کہ ہمارے سامنے پھر وہ شرطیں لگائی جانے لگیں اور وہ ہمارے سامنے لائی جائیں کہ اس کے بعد پھر ہمیں دین پر عمل کرنا سخت دشوار ہو جائے۔

میں آپ سے عرض کرتا ہوں کہ آج ہمارے لیے شریعت پر عمل کرنے کے راستے کھلے ہوئے ہیں، یہ راستے حکومتیں بند نہیں کر رہی ہیں، یہ راستے سپریم کورٹ کے ذمہ داران بند نہیں کر رہے ہیں، اگر حقیقت میں غور کیا جائے تو ان راستوں کا بند کرنے والا کوئی دوسرا نہیں، جس کو آج ہم اپنا دشمن سمجھ رہے ہیں، اس راستہ کو بند کرنے والے صرف اور صرف ہم ہیں، لیکن کیا کبھی ہم نے اس پر غور کیا؟ ہم صرف دوسروں کے سامنے اپنے ہاتھ پھیلانا جانتے ہیں، ہمیں یہ حق چاہیے، ہمیں وہ حق چاہیے، یقیناً ہمارا حق ہے، جو ہم کو مل جائے گا اگر اللہ کا فیصلہ ہے تو کون ہمارا حق چھین سکتا ہے؛ لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس حق کو چھنوانے والا کون ہے؟ اللہ نے ان جابر حکمرانوں کو آخر کیوں مسلط کیا ہے؟ ہمارے سامنے وہ حدیث ہے کہ جب دین پر عمل کرنا چھوڑ دیا جائے گا تو اللہ تبارک وتعالیٰ ظالم حکمرانوں کو مسلط کر دیں گے، جو اگر ہم دین پر عمل کرنا چاہیں گے تو ہمیں عمل نہیں کرنے دیں گے، لہذا اس دن کے آنے سے پہلے اور اللہ وہ دن نہ لائے کہ اس ملک کو اسپین بنا دیا جائے، یہاں مسلمانوں کا قتل عام کر دیا جائے، ان کے گردنوں پر چھریاں چلا دی جائیں، ان سے یہ کہہ دیا جائے کہ اگر تم اسلام کے ساتھ رہنا چاہتے ہو تو اس سرزمین پر تمہارے لیے کوئی موقع نہیں ہے، اس کی کوئی اجازت نہیں ہے، اگر تمہیں رہنا ہے تو تمہیں اپنا شیڈول تبدیل کرنا ہوگا، تمہیں اپنے آپ کو قومی دھارے میں شامل کرنا پڑے گا، اللہ وہ دن نہ لائے، اللہ ہمیں معاف کرے، آج ہمارے سامنے وہ خطرات ہیں اور ہمارے کانوں پر وہ گھنٹیاں بج رہی ہیں کہ سونے والے کتنی ہی گہری نیند میں سو رہے ہیں وہ جاگ جائیں؛ لیکن ہماری جو غفلت کی نیند ہے اس میں کوئی فرق نظر نہیں آتا، آخر ہم کہاں تک فریاد کے لیے دروازے کھٹکھٹائیں گے اور کہاں تک عدالتوں میں جا کر اپنی فریادیں پیش کریں گے، حالات مزید بگڑتے چلے جائیں گے۔

اللہ نے ہمیں ایمان عطا کیا ہے اور اس ایمان کے نتیجہ میں شریعت کا ایک ایسا عظیم تحفہ دیا ہے جو ہمارے لیے اور دنیا کی زندگی کو جنت بنانے کے لیے کافی ہے، یہ حقیقت ہے کہ آپ کو شاید موقع نہ ملتا ہو اور آپ کا واسطہ نہ پڑتا ہو، میرے پاس ہر طبقہ کے لوگ آتے ہیں، اپنے گھروں کے حالات سناتے ہیں، اپنی پریشانیاں بتاتے ہیں، اپنی بے چینیوں کا تذکرہ کرتے ہیں، میں بہت وضاحت کے ساتھ یہ بات عرض کرتا ہوں کہ ان ساری پریشانیوں کا سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ ہم نے شریعت کو پس پشت ڈال دیا، اللہ کی ذات غیرت مند ہے، اس کا دین غیرت مند ہے، اس کی شریعت غیرت مند ہے، ہم کو کنارے لگائیں اور وہ سجا کر ہمارے رکھی جائے، ایسا نہیں ہو سکتا، اللہ تبارک وتعالیٰ سب سے بڑھ کر غیرت مند ہے، اسی طرح اس کا دین بھی غیرت مند ہے، اگر اس دین سے ہم بے اعتنائی برتیں گے، اگر اس شریعت سے ہم روگردانی کریں گے، اگر ہماری عملی زندگی اس سے بالکل الگ تھلگ ہو کر گذرے گی اور یہ نہیں لگے گا کہ یہ مسلمان ہیں، دیکھنے والا نہیں سمجھے گا کہ یہ مسلمان ہے تو حالات معتدل نہیں ہوں گے، آج سڑکوں پر چلنے والے ایسے کتنے فیصد لوگ ہیں جو اپنی شکل وصورت سے مسلمان نظر آتے ہیں، جو اپنے کاروبار کے طریقوں میں مسلمان نظر آتے ہیں، جو اپنے معاملات کی صفائی سے مسلمان نظر آتے ہوں، جو اپنی نگاہوں کی حفاظت سے مسلمان نظر آتے ہوں، کتنے ایسے مسلمان ہیں جن کو دیکھ کر آپ فیصلہ کر دیں گے کہ یہ ایمان والے نہیں ہیں، آج مسلمان اور غیر مسلمان کے درمیان فرق کرنا مشکل ہے، معلوم ہی نہیں ہوتا کہ یہ مسلمان ہے یا غیر مسلم۔

غور کا مقام ہے کہ جب ہم خود کو شریعت سے اس قدر الگ کر دیں گے کہ اسلام کی تعلیمات بالکل الگ ہیں اور مسلمانوں کے اعمال بالکل الگ ہیں، مسلمانوں کو آپ دیکھ لیجئے سرکاری کاغذات میں مسلمانوں کی حیثیت سے فائل میں نام کا اندراج ہے، لیکن اسلام سے کوئی تعلق نظر نہیں آتا تو یاد رکھئے یہ باتیں بہت دنوں تک چلنے والی نہیں ہیں، اللہ بزرگان دین کو جزائے خیر دے، اللہ نے اس کو توفیق دی جو انہوں نے قربانیوں کے ساتھ اس دین کو باقی رکھا، انہوں نے انتھک محنتیں کیں، علاقوں میں جا کر اور گھس گھس کر لوگوں کو سمجھایا، لوگوں کو دین پہنچایا، اللہ پاک ان کی قبروں کو نور سے بھر دے، لیکن آج یہ دین خطرہ میں ہے، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ شریعت خطرہ میں نہیں ہے، شریعت اللہ کی ہے اور اس کے متعلق قیامت تک یہی فیصلہ ہے کہ اس کو کوئی نہیں بدل سکتا ہے اور اس کے پیغام کو کوئی نہیں بدل سکتا، مسئلہ نہ شریعت کا ہے، نہ دین کا ہے، مسئلہ ہمارا اور آپ کا ہے کہ ہم اپنے آپ کو دین وشریعت سے الگ کر لیا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ صاف کہتا ہے کہ ”بس نہیں آپ کے رب کی قسم، وہ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے، جب تک وہ اپنے جھگڑوں میں آپ کو فیصلہ کرنے والا نہ بنا لیں، پھر آپ کے فیصلہ پر اپنے جی میں کوئی تنگی محسوس نہ کریں اور پوری طرح سر تسلیم خم کر دیں“۔

آیت میں صاف کہہ دیا گیا، ہرگز ہرگز نہیں، آپ کے رب کی قسم، وہ مسلمان نہیں ہو سکتے، جب تک کہ اپنے معاملات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فیصلہ کرنے والا نہ بنا لیں اور آپ صلی اللہ علہ وسلم کے فیصلے وہ ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں میں ہیں، جو فیصلے ہماری فقہ کی کتابوں میں ہیں، جن کو حدیثوں اور قرآن مجید سے نکالا گیا ہے، جب تک ہم ان فیصلوں کے آگے جھک نہ جائیں، اپنی خواہشات کو قربان نہ کر دیں، اپنے جذبات کو مٹا نہ ڈالیں، اللہ کا یہ فیصلہ ہے کہ اس وقت تک ہم مسلمان نہیں ہو سکتے، آج ہم یہ سوچتے ہیں کہ ہم سب کچھ کریں اور اس کے بعد ہم مسلمان بھی سمجھے جائیں، ہمارا حال یہ ہے کہ مصلحتوں اور حکمتوں کے نام پر دوسروں سے سمجھوتہ بھی کر لیں، وہاں جا کر ان کے نام پر مالائیں بھی ڈال دیں اور اپنے گھر کے تقاضوں کے نام پر ہم ساری خرافات کریں اور شرکیہ اعمال بھی کریں اور غیر اللہ کے سامنے جا جا کر اپنی پیشانیاں ٹیکیں، اللہ کے علاوہ دوسروں کے سامنے اپنے ہاتھ پھیلائیں، دوسروں کو قاضی الحاجات اور مشکل کشا سمجھیں اور پھر ہمارا یہ عقیدہ ہو کہ ماشاء اللہ ہم مسلمان ہیں، ہمارے اندر توحید کا عقیدہ ہے۔

آج ہمارا حال یہ ہے کہ جہاں جمعہ کا وقت آیا تو ماشاء اللہ مسجدیں بھر گئیں؛ لیکن جہاں عصر کی نماز کا وقت آیا تو معلوم ہوا کہ ستر فیصد لوگ غائب ہو گئے اور تیس فیصد باقی رہ گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک جو اعلیٰ ترین عبادت ہے اور عبادتوں کا اعلیٰ ترین جو مظہر ہے، جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان ودین کی حلاوت بتایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان وکفر کے درمیان جس فارق بتایا، آج کتنے لوگ ہیں جو دین واسلام اور کفر کے درمیان اس فارق کو سمجھتے ہیں، واقعہ یہ ہے کہ آج ہمارا جو طرز زندگی ہے، اللہ ہمیں معاف کرے، اس طرز زندگی کے نتیجہ میں کہیں وہ دن نہ آ جائے کہ ہاتھ پکڑ پکڑ کر ہم سے کہا جائے کہ تم دین کے ان شعائر پر عمل نہیں کر سکتے، اللہ وہ دن نہ لائے، آج ہم آسانی کے ساتھ تمام کام کر رہے ہیں لیکن افسوس کی بات ہے کہ آج نوے پچانوے فیصد لوگ ایسے ہیں کہ لگتا ہے دین سے بالکل واقف نہیں ہیں، یا اگر وہ واقف بھی ہیں تو انہوں نے یہ طے کر لیا ہے کہ اس وقت دین وشریعت کو کنارہ رکھ دیا جائے، اب یہ ہماری خوشی کا وقت ہے، ہم جو چاہیں کریں۔

ایڈیٹر کے نام خط

محترم ایڈیٹر صاحب! السلام علیکم

آپ کے ہفتہ روزہ نقیب میں مراسلہ کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے۔ اب الحمدللہ اس کی اشاعت و ترسیل بڑھنے لگا ہے، کیا کچھ کالم کا اضافہ ممکن نہیں، جیسے خواتین اہل قلم کے لئے ایک صفحہ یا دو کالم مخصوص ہو۔ دوسرے نقیب کے قاری جو نقیب کے ذریعہ کچھ باتیں قارئین کرام تک پہنچانا چاہتے ہوں، نقیب کے بارے میں اپنے تاثرات رقم کرتے ہوں اس طرح آپ کی ایک معمولی قربانی کتنے قلم کار کا حوصلہ بڑھا سکتی ہے، ویسے فیصلہ تو آپ اکابرین کو کرنا ہے کیونکہ نفع نقصان کو جتنا آپ سمجھ سکتے ہیں، دوسرا نہیں۔

معاشرہ کی اصلاح کے لئے جتنی کوشش ہو رہی ہیں، اس کا بہت کم اثر دیکھنے کو مل رہا ہے، آج سب ناصح ہیں، نصیحت قبول کرنے والا کوئی نہیں، اردو اخبارات ورسائل کو مفت میں بھی نہیں پڑھتا، ناچیز کو اسکا ذاتی تجربہ ہے، جو کہتے سنتے خریدتے بھی ہیں تو وہ مراسلہ وغیرہ پڑھتے ہیں اور الحمدللہ نقیب میں مراسلہ جگہ ہی نہیں پاتا۔ ویسے چیف ایڈیٹر صاحب کا بہت بہت شکر گذار ہوں کہ انہوں نے میرا مراسلہ کبھی کبھار ہی سہی لیکن شائع فرما دیا ہے۔ **مظفر احمد**

دین بچاؤ دیش بچاؤ تحریک سے ملک کو نئی سمت ملے گی

نور السلام ندوی

ہمارا ملک ہندوستان مختلف مذہبوں اور متنوع تہذیبوں کا گہوارہ ہے، یہی وجہ ہے کہ اس کا مزاج سیکولر اور انداز جمہوری ہے، آئین اور دستور نے بھی یہاں کے تمام باشندوں کو اپنے اپنے مذہب پر عمل کرنے کا مکمل اختیار دیا ہے۔صدیوں سے اس ملک میں لوگ اپنے اپنے مذہب پر عمل کرتے اور شیر وشکر ہو کر رہتے آرہے ہیں۔لیکن نفرت کے سوداگروں اور مفاد کی سیاست کرنے والوں نے ہمیشہ مذہب کے نام پر ایسی حرکتیں کی ہیں جو ملک کے جمہوری اور دستوری اصولوں کے خلاف رہی ہیں۔ابھی مرکز میں اتفاق سے ایسی حکومت ہے جن کا مقصد اور مشن شروع سے ہی یہ رہا ہے کہ ملک کے سیکولر تانے بانے کو بکھیر دیا جائے اور یہاں کی سینکڑوں سالہ پرانی تہذیب وثقافت کو ختم کر دیا جائے، ملک کو ہندو راشٹر بنا دیا جائے اور یکساں سول کوڈ نافذ کر دیا جائے، اس کے لئے مختلف حیلے اور بہانے سے شریعت پر وار کیا جاتا ہے۔طلاق ثلاثہ بل بھی اسی کی ایک کڑی ہے، مرکزی حکومت طلاق ثلاثہ بل کے ذریعہ عورتوں کو شریعت سے بے دخل کرنا چاہتی ہے اور دین وشریعت نے اسے جو حقوق واختیارات دیئے ہیں اسے وہ چھین لینا چاہتی ہے۔سرکار اس کے نفاذ کے لئے پارلیمنٹ سے بل پاس کرا چکی ہے اور راجیہ سبھا سے پاس کرانے کی کوشش جاری ہے۔یہ بل نہایت عجلت میں تیار کیا گیا ہے، اس میں بہت ساری خامیاں ہیں، یہ آئین کی دفعہ 14 اور 15 کی صریح خلاف ورزی ہے۔بل کے مندرجات سے پتہ چلتا ہے کہ حکومت نے اس بات پر بالکل غور نہیں کیا کہ جب شوہر تین سالوں کے لئے جیل چلا جائے گا تو اس کے بعد بیوی اور بچوں کو کن دشواریوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔مطلقہ بیوی اور بچوں کا خرچ کون دے گا؟ بچوں کی دیکھ بھال کون کرے گا؟ شوہر جب جیل میں ہوگا تو وہ بیوی کا خرچ کیسے برداشت کرے گا؟ اگر وہ یومیہ مزدوری کرتا ہے تو کمانے سے رہا؟ اور اگر سرکاری نوکری میں ہے تو کیا تین سال کی سزا کاٹ لینے کے بعد اس کی نوکری برقرار رہے گی؟ اور جب نوکری سے ہاتھ دھو بیٹھے گا تو گذارہ بھتہ کس طرح دے گا؟ اور کیا جب وہ تین سال جیل میں رہنے کے بعد واپس آئے گا تو اپنی بیوی سے خوش رہ پائے گا؟ جس کی وجہ سے وہ جیل گیا ہے۔اس کے علاوہ یہ بل سماج مخالف بھی ہے، کیونکہ ایک سماجی معاہدہ کو قابل سزا جرم بنایا جارہا ہے، سول معاملہ کو کرمنل ایکٹ کے دائرہ میں لایا جارہا ہے، جو غیر اخلاقی اور غیر ضروری ہے۔اس سے واضح ہوتا ہے کہ حکومت کو مسلم خواتین کی فلاح وترقی کی قطعی فکر نہیں ہے بلکہ وہ اس نام پر مسلم عورتوں کو شرعی امور سے بے دخل کرنا چاہتی ہے اور شریعت میں مداخلت کی راہ ہموار کر رہی ہے۔ظاہر ہے کہ ملک آئین اور قانون کے مطابق چلے گا نہ کہ طاقت واقتدار کے زور پر۔

اس وقت برسر اقتدار پارٹی طاقت اور حکومت کے بل پر ملک کو اس سمت میں لے جانا چاہ رہی ہے جہاں انصاف اور قانون بے چارہ ہوتا جارہا ہے۔ملک کے سامنے اس وقت بے شمار مسائل ہیں جن کا حل تلاش کیا جانا بے حد ضروری ہے، گھوٹالے پر گھوٹالے ہورہے ہیں، رشوت اور کرپشن کا بازار گرم ہے، بے روزگاری عام ہے، مہنگائی چرم پر ہے، کسان خودکشی کرنے پر مجبور ہیں، نوجوان نوکری اور بہتر مستقبل کی تلاش کے لئے مارے مارے پھر رہے ہیں، جان ومال اور عزت وآبرو کے لالے پڑے ہیں، خواتین کی عصمتیں تار تار ہو رہی ہیں، انصاف نہیں مل رہا ہے، بھید بھاؤ اور نفرت کی جڑیں گہری ہوتی جارہی ہیں، اقلیتیں، دلتوں، پچھڑوں اور کمزوروں کو خواہ مخواہ پریشان اور ہراساں کیا جارہا ہے، ملک کی فضا کو مکدر اور زہر آلود کر دیا گیا ہے، اور صورتحال یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ حکومت کی نیت اور نیتی دونوں بگڑتی نظر آرہی ہے، مسلمانوں کے اسلامی تشخص اور ایمانی وجود پر ہر روز ایک نئی جہت سے یلغار کر رہی ہے۔کبھی اسلام اور مسلمانوں پر دہشت گردی کا لیبل چسپاں کیا جاتا ہے، تو کبھی لو جہاد کا نعرہ لگا کر مسلم نوجوانوں کو گرفتار کر کے جیل رسید کیا جارہا ہے، کبھی گئو ہتھیا کے نام پر مسلمانوں کو تشدد کا نشانہ بنایا جاتا ہے، تو کبھی لاؤڈ اسپیکر سے اذان ہر پابندی لگانے کی بات کی جاتی ہے، کہیں نمازیوں کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کیا جاتا ہے، کبھی طلاق کے خلاف قانون بنانے کی بات کی جاتی ہے تو کبھی کسی اور طریقے سے شریعت میں مداخلت کی راہ ہموار کی جارہی ہے۔

ان نازک حالات میں آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے جنرل سکریٹری امیر شریعت مفکر اسلام حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی مدظلہ العالی کے مشورہ پر پورے ملک میں مسلم خواتین نے طلاق ثلاثہ بل کے خلاف خاموش اور پرامن احتجاجی مظاہرہ شروع کر دیا ہے۔اور پہلی بار مسلم خواتین اتنی کثیر تعداد میں ہر شہر میں جمع ہو کر دینی بیداری اور ملی غیرت مندی کا ثبوت دے رہی ہیں۔ یہ مظاہرے تقریباً ہر بڑے چھوٹے شہر میں ہو رہے ہیں اور لاکھوں کی تعداد میں خواتین سڑکوں پر نکل کر پرامن مظاہرہ کر رہی ہیں اور حکومت سے طلاق ثلاثہ بل واپس لینے کا مطالبہ کر رہی ہیں۔ان خواتین کا کہنا ہے کہ مذکورہ بل شریعت میں مداخلت ہے اور یہ خواتین کے حقوق کے مغائر ہیں۔اس بل سے خواتین کے مسائل کم ہونے کے بجائے مزید مشکلات پیدا ہو جائیں گے، اس لئے فوری طور پر اس بل کو واپس لیا جائے۔مسلم خواتین نے ایمانی بیداری اور دینی حمیت کا جس طرح ثبوت پیش کر رہی ہیں وہ لائق صد آفریں ہے۔

وطن عزیز ہندوستان کی یہ خوبصورتی ہے کہ یہاں مختلف مذاہب اور ادیان کے لوگ بستے ہیں۔زبانیں الگ، تہذیب جدا، رنگ ونسل مختلف، لیکن اس کے باوجود سب مل جل کر رہتے ہیں، رنگارنگی میں ایک رنگی ہمارے ملک کا امتیاز ہے۔ہندوستان ایک ایسا چمنستان ہے جہاں مختلف رنگوں کے پھول کھلتے ہیں جس دن اس چمنستان میں ایک طرح کا پھول کھلانے کی کوشش کی جائے گی اس دن اس کا حسن متاثر ہو جائے گا، اس کا امیج پوری دنیا میں خراب ہو جائے گا، اس کا وجود ملیا میٹ ہو جائے گا، ایسے میں ہر انصاف پسند اور آئین کا احترام کرنے والے شہری کی ذمہ داری ہے کہ وہ دین اور دستور کی حفاظت کے لئے آگے آئیں، ان پر خطر اور پر آشوب حالات میں امیر شریعت مفکر اسلام حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی مدظلہ العالی نے ''دین بچاؤ دیش بچاؤ'' کے عنوان سے بہار کی دارالسلطنت پٹنہ کے تاریخی گاندھی میدان میں عظیم الشان کانفرنس منعقد کرانے کا فیصلہ کیا ہے، جو 15 اپریل 2018ء بروز اتوار کو ہوگا۔امیر شریعت نے کانفرنس کا جو موضوع متعین کیا ہے وہ نہایت جامع اور ہمہ گیر ہے۔چونکہ مسئلہ صرف دین اور شریعت کا نہیں ہے، مسئلہ ملک کی دستور کی حفاظت کا ہے، معاملہ جمہوریت کی بقاء کا ہے، سیکولرازم کی آبرو کا ہے، اور سب سے بڑھ کر وطن عزیز کی سالمیت کو باقی رکھنے کا ہے، یہ بات وطن عزیز کے اکثریتی فرقہ کے لوگوں کو بھی اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ اس وقت مرکزی سرکار کی جو پالیسی ہے اور جن خطوط پر وہ کام کر رہی ہے اس سے صرف دین اور شریعت کو خطرہ نہیں ہے، بلکہ ملک کی سالمیت کو خطرہ لاحق ہے، اور جب ملک سالم نہیں رہے گا تو نہ دین محفوظ رہے گا نہ دھرم، نہ ہندو محفوظ رہیں گے اور نہ مسلمان، نہ عیسائی نہ سکھ۔اس لئے اس ملک کی حفاظت اور دیش کی سالمیت کے لئے آگے بڑھیں، ایک مسلمان کے لئے جہاں دین اور شریعت پر عمل کرنا اور اس کی حفاظت کرنا ضروری ہے وہیں ملک اور دستور کی حفاظت کے لئے بھی جدوجہد کرنا ضروری ہے۔ہمارا ایمان ہمیں اس بات کا پابند بناتا ہے کہ ہم اپنے دین وشریعت پر مکمل طور پر عمل کریں اور جب اس میں مداخلت کی راہ ہموار کی جائے تو اس کے لئے سینہ سپر ہو جائیں، اسی طرح ہمارا ایمان ہمیں اس بات کی تلقین کرتا ہے کہ جب ملک ودستور کو خطرہ لاحق ہو تو وطن کی آبرو کے لئے جدوجہد اور کوشش کرنا بھی ایمانی تقاضا ہے۔امیر شریعت حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی نے اسے شدت کے ساتھ محسوس کیا ہے اور دین وشریعت کی حفاظت کے ساتھ ساتھ دیش اور ملک کی حفاظت کا بھی نعرہ دیا اور دین اور دیش کی حفاظت کے لئے آگے بڑھنے اور لڑنے کا حوصلہ دیا تاکہ دین بھی محفوظ رہے اور دیش بھی محفوظ رہے، اور یہاں کے بسنے والے سبھی مذاہب کے لوگ مل جل کر محبت کے ساتھ رہ سکیں۔اس لئے ہم سب دین اور دیش کی حفاظت کے لئے 15 اپریل کو پٹنہ کے تاریخی گاندھی میدان میں بڑی تعداد میں جمع ہوں اور کانفرنس میں شامل ہو کر اس تحریک کو کامیاب اور بامقصد بنانے میں اپنا بھرپور تعاون کریں، اور پوری دنیا کو یہ پیغام دیں کہ ہم کسی قیمت میں نہ تو شریعت میں مداخلت برداشت کریں گے اور نہ دستور میں۔ہم دین کی بھی حفاظت کریں گے اور دیش کی بھی، ہم جمہوریت کی آبرو اور سیکولرازم کی بقا کے لئے، وطن عزیز کی حفاظت کے لئے ہر طرح کی قربانی دینے کے لئے تیار ہیں۔کل بھی ہم نے ملک وملت کے لئے قربانی دی تھی آج بھی اس کے لئے تیار ہیں اور آئندہ جب بھی ضرورت پڑے گی ہم اس کے لئے تیار رہیں گے۔

اس لئے ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم سب متحد اور منظّم ہو کر 15 اپریل کو پٹنہ کے گاندھی میدان میں ''دین بچاؤ دیش بچاؤ کانفرنس'' میں شامل ہو کر دین وشریعت اور ملک ودیش کی حفاظت کا عہد تازہ کریں، اور اس کے خلاف اٹھنے والی ہر آواز کو دبا دیں۔''دین بچاؤ دیش بچاؤ کانفرنس'' ایک خوشگوار اور قابل صد مبارک اقدام ہے۔بہار کی تاریخی اور انقلابی سرزمین سے اٹھنے والی یہ تحریک دین اور دیش کی حفاظت کے لئے سنگ میل ثابت ہوگی۔(انشاءاللہ)

ڈبلیو ایچ او بوتل والے پانی میں پلاسٹک کا جائزہ لے گا

عالمی ادارہ صحت یعنی ڈبلیو ایچ او نے پینے کے پانی میں پلاسٹک کی موجودگی کے ممکنہ خطرے کا جائزہ لینے کا کہا ہے۔اس سے مائکرو پلاسٹکس (ایسے چھوٹے ذرات جو جسم میں داخل ہو سکتے ہیں) پر کی جانے والی تازہ تحقیق کا جائزہ لیا جائے گا۔یہ جائزہ صحافتی تنظیم او آر بی میڈیا کو کئی بڑے برینڈز کے بوتل والے پانی میں ملنے والے پلاسٹک ذرات کے بعد کیا جا رہا ہے۔ایسے شواہد تو نہیں ملے ہیں کہ مائیکرو پلاسٹک سے انسانی صحت کو خطرہ ہو سکتا ہے تاہم عالمی ادارہ صحت یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ اس پر کتنی تحقیق ہو چکی ہے، ڈبلیو ایچ او یہ اقدام ایک ایسی تحقیق کے بعد کر رہا ہے جس میں ۱۱ مختلف برینڈز کی نو ممالک سے خریدی گئی ۲۵۰ پانی کی بوتلوں کا جائزہ لیا گیا۔یہ اپنی نوعیت کی سب سے بڑی تحقیق ہے۔یہ ٹیسٹ فریڈونیا میں اسٹیٹ یونیورسٹی آف نیویارک میں کیے گئے ہیں۔اس ٹیسٹ میں نائل ریڈ نامی ایک ڈائی کا استعمال کیا گیا جو پانی میں موجود پلاسٹک کے ٹکڑوں کو جوڑتی ہے۔یونیورسٹی کے پروفیسر شیری میسن کو اس کے نتیجے میں فی لیٹر پانی میں اوسط دس پلاسٹک ذرے ملے، جن میں سے ہر ایک انسانی بال سے بڑا تھا۔چھوٹے ذرات کے بارے میں خیال کیا جا رہا ہے کہ وہ بھی پلاسٹک ہیں۔چھوٹے ذرات کی تعداد فی لیٹر ۳۱۴ تھی۔ان تمام بوتلوں جن کا تجزیہ کیا گیا میں ۱۷/ایسی تھیں جن میں سے کوئی ذرات نہیں ملے، جبکہ دیگر بہت سی ایسی تھیں جن میں ان ذرات کی تعداد سینکڑوں یا ہزاروں میں تھی۔برینڈز اور یہاں تک کے ایک جیسی بوتلوں کے پیکٹوں میں بھی بڑا فرق دیکھا گیا۔ہم نے ان برینڈز کے پیچھے کام کرنے والی کمپنیوں سے رابطہ کیا اور زیادہ تر نے اس پر اپنا ردعمل دیتے ہوئے کہا کہ وہ اپنی مصنوعات کی کوالٹی اور تحفظ پر کاربند ہیں۔

چند کمپنیوں نے سوال کیا کہ اس تحقیق کے نتائج ان کی اپنی تحقیق کے مقابلے میں اتنے زیادہ کیوں ہیں یا انھوں نے اس طرف اشارہ کیا کہ مائیکرو پلاسٹک کے بارے میں قوانین یا متفقہ ٹیسٹ کا طریقہ کار موجود نہیں۔

پروفیسر میسن کا کہنا ہے کہ ''جو ہم جانتے ہیں وہ یہ کہ بعض ذرات اتنے بڑے ہیں کہ ایک بار اگر انھیں نگل لیا جائے تو ممکنہ طور پر نکالا جا سکتا ہے، لیکن اس دوران ان سے کیمیکل نکلتے ہیں جو انسانی صحت پر اثر انداز ہو سکتے ہیں۔بعض ذرات تو اتنے چھوٹے ہیں جو آنتوں میں جا کر پورے جسم میں پھیل سکتے ہیں، اور ہم نہیں جانتے کہ مختلف اعضا اور ٹیشوز پر اس کے کیا اثرات ہو سکتے ہیں۔''

برطانوی فوڈ سٹینڈرڈز ایجنسی نے کہا ہے کہ پانی کی بوتلوں میں اطلاعات کے مطابق موجود مائیکرو پلاسٹک سے خطرہ لاحق ہونا مشکل ہے، تاہم ایجنسی نے مزید کہا کہ ''وہ مائیکرو پلاسٹک کے کھانے اور پانی میں ہونے کے بارے میں سامنے آنے والی معلومات کا جائزہ لیں گے۔''

کنگز کالج سینٹر فار اینوائرنمنٹ اینڈ ہیلتھ کی ڈاکٹر اسٹیفنی رائٹ کہتی ہیں کہ سب سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ ہمیں کتنی مائیکرو پلاسٹک کا سامنا ہے اور حقیقت میں ہمارے اندر اس پلاسٹک کا ہوتا کیا ہے۔

محققین اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ ٹائٹینیم ڈائی آکسائڈ کے چھوٹے ذرات تو جھلیوں میں سے گزر جاتے ہیں، تو ایسا ہی کچھ پلاسٹک کے ساتھ بھی ممکن ہے لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ پلاسٹک جاتی کہاں ہے اور انسانی صحت کے لیے وہ کس قدر مضر ہیں۔

اخبارِ جہاں

سید محمد عادل فریدی

روانڈا کی مسجدوں میں لاؤڈ سپیکر کے استعمال پر پابندی

افریقی ملک روانڈا کے دارالحکومت کگالی کی مسجدوں میں اذان کے لیے لاؤڈ سپیکر کے استعمال پر پابندی عائد کر دی گئی ہے۔اس سے پہلے عمارتوں کی تعمیر کے ضابطے کی خلاف ورزی پر سات سو چرچ بھی بند کیے گئے تھے۔پابندی عائد کرنے والے حکام کے مطابق پانچ وقت اذان سے علاقے کے لوگوں کو پریشانی ہوتی ہے۔مسلمانوں کے تنظیم کے ایک اہلکار نے اس پابندی پر تنقید کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس کے بجائے آواز دھیمی رکھنے کو کہا جا سکتا تھا۔روانڈا میں آبادی کی اکثریت مسیحی ہے جبکہ مسلمان مجموعی آبادی کا صرف پانچ فیصد ہیں۔حکومت کا کہنا ہے کہ مسلمانوں نے اس پابندی کو قبول کر لیا ہے۔حکومت نے لاؤڈ اسپیکر پر پابندی لگانے کے اپنے فیصلے کا دفاع کرتے ہوئے کہا کہ بعض مبلغین گمراہ کن خطبات دے رہے تھے،اس لیے یہ پابندی لگانی پڑی، جب کہ بعض ائمہ کا کہنا ہے کہ اب حکومت ان کے خطبات پر بھی اپنی مرضی چلانا چاہتی ہے۔(بی بی سی لندن)

جنوبی ایشیا میں پاکستانی سب سے زیادہ خوش قوم

دنیا کے سب سے زیادہ گنجان آباد خطے جنوبی ایشیا میں بسنے والے تقریباً ایک ارب اسی کروڑ لوگوں میں بائیس کروڑ پاکستانی سب سے زیادہ خوش اور شاد ہیں۔اقوام متحدہ کی ۲۰۱۸ء کی ۱۵۶ ممالک کے اعداد و شمار پر مبنی ''ورلڈ ہیپی نس رپورٹ''(World Happiness Report) کے مطابق اِن ملکوں کی درجہ بندی وہاں بسنے والوں لوگوں کی آمدنی، صحت مند زندگی، مشکل وقت میں سہارا ملنے کی توقع، فراخدلی، آزادی اور اعتماد جیسے عناصر کی کسوٹی پر پرکھنے کے بعد کی گئی۔ان ملکوں کی درجہ بندی میں پاکستان ۷۵ ویں نمبر پر ہے لیکن اس کے باوجود اپنے خطے کے دیگر ملکوں سے کہیں آگے ہے۔خاص طور پر اپنے ہمسایہ ملک ہندوستان سے، جس کا شمار دنیا کی تیزی سے ترقی کرتی ہوئی معیشتوں میں ہوتا ہے اور جو فوجی لحاظ سے بھی بہت زیادہ طاقتور سمجھا جاتا ہے۔

اقوام متحدہ کے مطابق پاکستان ہندوستان سے ستاون درجہ بہتر ہے۔عوامی سطح پر خوشی اور اطمینان کی درجہ بندی میں ہندوستان اپنے سے کہیں چھوٹے اور اقتصادی لحاظ سے کمزور مشرقی ہمسایہ ملکوں نیپال، بنگلہ دیش، میانمار اور سری لنکا سے بھی کہیں پیچھے ہے۔ نیپال کا نمبر ۱۰۱/ ہے، بنگلہ دیش ۱۱۵/ویں، سری لنکا ۱۱۶/ویں اور میانمار ۱۳۰/ویں نمبر پر ہے جب کہ ہندوستان کا نمبر ۱۳۳/واں ہے۔کسی بھی معاشرے کے لیے عوام کی خوشی اور اطمینان سے متعلق ان اہم عناصر کے تقابلی جائزے میں ہندوستان جنگ سے بدحال افغانستان سے صرف ۱۲/درجے آگے ہے۔اس رپورٹ میں یورپی ملک فن لینڈ، ناروے اور ڈنمارک بالترتیب پہلے، دوسرے اور تیسرے نمبر پر ہیں۔لیکن کسی اسلامی ملک کا نمبر پہلے دس ملکوں میں نظر نہیں آتا۔متحدہ عرب امارات کا نمبر بھی اس فہرست میں بیسواں ہے۔دنیا کے طاقت ورترین ملک امریکہ کا نمبر اٹھارواں اور برطانیہ کا نمبر انیسواں ہے۔

بزنس، روزگار و کیریئر

گریچویٹی، میٹرنٹی لیو بڑھانے سے متعلق بل لوک سبھا میں منظور

پرائیویٹ اور پبلک سیکٹر کے ملازمین کے لئے گریچویٹی کی حد دس لاکھ روپے سے بڑھا کر بیس لاکھ روپے کرنے اور زچگی کی چھٹی (میٹرنٹی لیو) کی مدت موجودہ ۱۲/ہفتے سے بڑھانے سے متعلق گریچویٹی ادائیگی (ترمیمی) بل، ۲۰۱۷ء جمعہ کو بھاری ہنگامے کے درمیان بغیر بحث کے لوک سبھا میں منظور ہو گیا۔لیبر اور روزگار کے وزیر سنتوش کمار گنگوار نے ایوان میں بتایا کہ ساتویں پے کمیشن کی سفارشات کے مطابق مرکزی ملازمین کے لئے گریچویٹی کی زیادہ سے زیادہ حد دس لاکھ روپے سے بڑھا کر بیس لاکھ روپے کر دی گئی ہے۔بل میں پرائیویٹ اور پبلک سیکٹر کے ملازمین کے لئے بھی گریچویٹی کی حد دس لاکھ روپے سے بڑھا کر بیس لاکھ روپے کرنے کی تجویز پیش کی ہے۔(یو این آئی)

بینک میں کم از کم بیلنس نہ رکھنے کے چارج میں کمی

پبلک سیکٹر کے سب سے بڑے بینک اسٹیٹ بینک آف انڈیا نے اپنے صارفین کو ایک بڑی راحت دی ہے، ایس بی آئی نے اکاؤنٹ میں مہینے میں کم از کم بیلنس (Minimum Balance) نہ رکھنے والے لوگوں کو لگنے والے چارج میں تقریباً پچھتر فیصد کی کمی کی ہے۔نئی شرح یکم اپریل سے نافذ ہوگی۔ایس بی آئی کا کہنا ہے کہ اس سے تقریباً پچیس کروڑ صارفین کو فائدہ ہوگا۔اس نئی شرح کے مطابق میٹرو اور شہری علاقوں میں ماہانہ کم از کم بیلنس نہ رکھنے پر پچاس روپئے کے بجائے پندرہ روپئے ماہانہ اور دیہی علاقوں میں چالیس کے بجائے بارہ روپئے ماہانہ چارج لگے گا۔(این ڈی ٹی وی)

اسکولوں کے نصاب میں مذہب کی تعلیمات کی لازمی شمولیت کا منصوبہ

اسکولوں میں مذہب کے تئیں بیداری اور ''دیش بھکتی'' پیدا کرنے کے لیے مرکزی حکومت ایک نئے منصوبے پر کام کر رہی ہے۔اس منصوبے کے تحت جلد ہی اسکولوں کے نصاب میں ہندو مذہب کی کتابیں لازمی طور پر شامل کی جائیں گی۔مرکزی وزیر برائے خواتین و فلاح اطفال مینکا گاندھی کی طرف سے وزارت برائے فروغ انسانی وسائل کو اس سلسلہ میں کچھ تجاویز بھیجی گئی ہیں۔مینکا گاندھی کے ذریعہ یہ تجاویز مرکزی تعلیمی مشاورتی بورڈ کی پینسٹھویں میٹنگ میں پیش کی گئیں۔الگ الگ مذہب کے طلبہ کے بیچ اسکولوں میں مذہبی رواداری کو فروغ دینے کے لیے مینکا گاندھی نے اخلاقی تعلیم کے لیے اسپیشل کلاس منعقد کرنے اور سبھی مذہب کی کتابیں پڑھانے کا مشورہ دیا۔تاکہ طلبہ کے اندر تمام مذاہب کا احترام کرنے اور ان کو اہمیت دینے کا جذبہ پیدا ہو۔سی اے بی ای کی میٹنگ میں موجود اڈیشہ کے وزیر تعلیم بدری نارائن پاترا نے بھی نصاب تعلیم میں اس طرح کی اصلاح کا مشورہ دیا جس سے مذہبی رواداری اور حب الوطنی کے جذبے کو فروغ ملے۔اس میٹنگ میں یہ مشورہ بھی دیا گیا کہ اسکولوں میں مڈ ڈے میل میں گوشت نہ دیا جائے بلکہ سبزیاں دی جائیں۔اور کلاس میں حاضری کے وقت یس سر کے بجائے طلبہ کو جئے ہند کہنے کی ترغیب دی جائے۔ساتھ ہی این سی آر ٹی کے نصاب کو نئی شکل دی جائے تاکہ ہندوستانی تہذیب و ثقافت پر مبنی تعلیم کو یقینی بنایا جا سکے۔

شریعت کی حفاظت شریعت پر عمل کرنے سے ہوگی :مولانا محمد سہراب ندوی

مدرسہ اسلامیہ دعوۃ الحق میں وفد امارت شرعیہ کے اجلاس عام میں علماء کرام کا خطاب

جو بات اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے کہی جائے، اگر ہم اس پر عمل کریں گے تو اس سے ہماری زندگیوں میں تبدیلی آئے گی، زندگی کی کوئی گارنٹی نہیں ہے، اس لیے جو وقت اللہ نے دیا ہے، اس کو غنیمت جانیں اور اس کو شریعت پر عمل کرنے میں گذاریں۔آج ہر چہار جانب سے شریعت پر حملے ہو رہے ہیں، اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ہم نے شریعت پر عمل چھوڑ دیا ہے، اگر ہم شریعت پر عمل کرنا شروع کر دیں گے اور اپنی زندگی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق گذارنے لگیں گے تو کوئی باہری طاقت اللہ کے دین اور شریعت محمدی کو نقصان نہیں پہونچا سکتی۔یہ باتیں امارت شرعیہ کے نائب ناظم مولانا مفتی محمد سہراب ندوی نے مدرسہ اسلامیہ دعوۃ الحق چک بہاء الدین ضلع سمستی پور میں دورۂ وفد امارت شرعیہ کے موقع پر مورخہ ۱۲/ مارچ ۲۰۱۸ء کو منعقد اجلاس عام کو خطاب کرتے ہوئے کہیں۔آپ نے اپنے خطاب میں امارت شرعیہ کا تفصیلی تعارف کراتے ہوئے امارت شرعیہ کے ذریعہ انجام دی جا رہی خدمات کا ذکر کیا، اور اس کے اغراض و مقاصد بھی بیان کیے، آپ نے اپنے خطاب میں مکاتب و مساجد کے نظام، سماجی اصلاح جہیز کی لعنت وغیرہ پر تفصیلی روشنی ڈالی، امارت شرعیہ کے ذریعہ ۱۵/اپریل کو گاندھی میدان میں ہونے والی ''دین بچاؤ دیش بچاؤ کانفرنس'' کے اغراض و مقاصد اور اس کی اہمیت بیان کرتے ہوئے آپ نے لوگوں سے زیادہ سے زیادہ تعداد میں کانفرنس میں شریک ہونے کا عہد لیا اور اس کے لیے مختلف محلوں کے نمائندہ افراد پر مشتمل کمیٹی بھی تشکیل دی۔

واضح ہو کہ امارت شرعیہ کے ایک موقر وفد نے نائب ناظم امارت شرعیہ مولانا سہیل احمد ندوی کی قیادت میں سمستی پور، دربھنگہ اور بیگوسرائے کے مختلف مقامات کا اصلاحی دورہ کیا۔اس وفد میں، مولانا مفتی محمد احتکام الحق قاسمی نائب مفتی امارت شرعیہ، مولانا محمد یحیٰ غنی قاسمی استاذ دارالعلوم الاسلامیہ، مولانا مفتی محمد شکیل قاسمی استاذ حدیث دارالعلوم الاسلامیہ، مولانا مفتی محمد تبریز عالم قاسمی استاذ حدیث و ناظم تعلیمات دارالعلوم الاسلامیہ، مولانا نور عالم رحمانی و مولانا محی الدین رحمانی مبلغین امارت شرعیہ شریک تھے۔مورخہ ۱۲/ مارچ بروز سوموار کو یہ وفد مشہور و معروف بستی چک بہاء الدین پہونچا اور مدرسہ اسلامیہ دعوۃ الحق میں منعقد اجلاس عام میں شریک ہوا جس میں مذکورہ علماء کرام کے علاوہ مولانا محمد سہراب ندوی صاحب نائب ناظم امارت شرعیہ اور مولانا سید محمد عادل فریدی قاسمی دفتر نظامت امارت شرعیہ بھی شریک تھے۔اجلاس کا آغاز مدرسہ کے طالب علم محمد ولی اللہ کی تلاوت کلام پاک سے ہوا، مولانا محی الدین رحمانی مبلغ امارت شرعیہ نے نظامت کے فرائض انجام دیے وفد میں شامل علماء کرام نے اصلاح معاشرہ کے علاوہ طلاق ثلاثہ بل کے نقصانات، نماز، روزہ اور اعمال شریعت، قرآن کی عظمت اور تعلیم قرآن کی اہمیت پر خطاب کیا۔قائد وفد مولانا سہیل احمد ندوی نے اپنے خطاب میں شرعی قوانین کے حفاظت کے موضوع پر اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ شریعت کی حفاظت شریعت پر عمل کرنے سے ہوگی، انہوں نے لوگوں کو آپسی نزاعات ختم کرنے اور اگر کوئی معاملہ ہو تو اس کو لے کر دارالقضاء میں رجوع کرنے کی ترغیب دی۔انہوں نے اتحاد و اتفاق کی اہمیت بیان کرتے ہوئے کہا ہر مسلمان کا دوسرے مسلمان کے ساتھ ایمانی بنیاد پر اخوت و محبت کا تعلق ہے وہ برقرار رہنا چاہئے۔مولانا مفتی احتکام الحق قاسمی نے شرعی قوانین کے تحفظ اور امانت و دیانت داری کے عنوان پر خطاب کیا۔مولانا شمس تبریز قاسمی ناظم تعلیمات دار العلوم الاسلامیہ نے حقوق اللہ کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کی ترغیب دی۔مولانا مفتی نظام الدین قاسمی صدر مدرس مدرسہ اسلامیہ دعوۃ الحق نے استقبالیہ کلمات پیش کیے اور ارکان وفد کا شکریہ ادا کیا۔

عوام کی ایک بڑی تعداد نے وفد امارت شرعیہ کا پر جوش استقبال کیا، علماء وفد کے بیانات سن کر لوگوں نے شریعت کو مضبوطی سے تھامنے اور اس کے لیے جان و مال ہر طرح کی قربانی پیش کرنے کا وعدہ کیا۔اجلاس میں عوام کی ایک بڑی تعداد نے شرکت کی، قائد وفد مولانا سہیل احمد ندوی نے لوگوں سے گاندھی میدان میں ہونے والے کانفرنس میں پہونچنے کا وعدہ لیا، لوگوں نے ہاتھ اٹھا کر وعدہ کیا۔اس اس سلسلہ میں ایک کمیٹی تشکیل دی گئی، جو عوام کو گاندھی میدان میں لے جانے کے لیے گاڑی وغیرہ کا انتظام کریں گے۔اس اجلاس کو کامیاب بنانے میں مولانا مفتی محمد نظام الدین صاحب، مولانا قاری فیروز احمد صاحب، قاری فہیم صاحب کے ساتھ دیگر اساتذہ و طلبہ نے بڑی محنت کی اس کے علاوہ جناب محمد عرفان صاحب، خطیب کوکب فریدی صاحب، ڈاکٹر خورشید صاحب محمد ریاض عرف رضوی فریدی صاحب، محمد سرفراز صاحب، محمد نور علی صاحب، محمد راشد صاحب، محمد سراج صاحب، محمد نعیم الدین صاحب، محمد انصار الحق صاحب، محمد بشر نعمانی صاحب، محمد خطیب صاحب، حافظ منصور صاحب، حافظ قمر الہدیٰ صاحب، محمد مدثر صاحب وغیرہ اور علاقہ کے دیگر نوجوان پیش پیش رہے۔

طب وصحت

پلاسٹک کے برتنوں کا استعمال اور ہماری صحت

بڑھتی ہوئی آبادی کے پیش نظر ضرورت زندگی میں تیزی سے اضافہ ہوتا چلا جارہا ہے۔ روزمرہ اشیائے خوردونوش کی قیمتیں اوران کی طلب بڑھتی جا رہی ہے ۔ انسان نے جدت پسندی وفراوانی کے ساتھ ہزار ہا نت نئ آسانیاں اوروسائل تلاش کئے ہیں سائنس کی ترقی کی ایک مثال پلاسٹک سے تیارشدہ مصنوعات کا بے پناہ استعمال ہے جوآج ہماری روزمرہ کی زندگی کا اہم جزو بن چکا ہے۔ پلاسٹک پولیمر ہے جوکئی کیمیائی عناصر واجزاء سے مل کر بنتا ہے ۔ ماہرین کے مطابق پلاسٹک اور کیمیائی دھات سے انسانی صحت کو بہت خطرات لاحق ہو رہے ہیں۔ پلاسٹک سے بنائی گئی مصنوعات واشیاء ایک صدی کے بعد بھی ٹوٹ پھوٹ کے بعد ختم نہیں ہوتی (میلٹ نہیں ہوتیں۔ تجربات کے بعد ماہرین کا ماننا ہے کہ پلاسٹک کو لمبے عرصے تک اگر زمین میں دفن بھی رکھا جائے تب بھی اس کی حالت میں خاطرخواہ تبدیلی واقع نہیں ہوتی ۔اس کاحل صرف حرارت یا کیمیائی محلول ہیں جن کے ذریعے سے ہی پلاسٹک کو باسانی ختم کیا سکتا ہےاوراس کے ساتھ ری سائیکل کے لئے نئے کیمیائی عناصر کے ملاپ سے نئے رنگوں اوراشکال میں ڈھالا جاسکتا ہے۔

پلاسٹک کی ری سائیکل کے دوران ہیٹ پروسیس سے کئی خطرناک اقسام کی گیسیں اورکیمیکل کا اخراج وجود میں آتا ہے ۔ یہ گیسز اور کیمیکل ہوا میں شامل ہوکر آب وہوا) گلوبل وارمنگ (میں درجہ حرارت میں اضافہ کے ساتھ انسانوں وحیوانوں کے لئے بے پناہ مضرصحت امراض جن میں گلہ، سانس اورکینسر سمیت دیگرموذی وجان لیوا بیماریاں کے پھیلاؤ کا باعث بنتی ہیں۔ پلاسٹک مصنوعات کے کارخانوں اورفیکڑیوں سے خارج ہونے والا آلودہ پانی سے زرعی زمینوں) اناج ،سبزیوں اورپھلوں (کوسیراب کیا جارہا ہے یہی وجہ ہے کہ انسانی جانوں میں قوت مدافعت کی کمزوری اور جان لیوا امراض میں اضافہ دن بدن بڑھتا جارہا ہے۔

روزمرہ کے رہن سہن میں تیزی کے ساتھ تبدیلیاں دیکھنے میں مل رہی ہیں، ہرفرد کی کوشش ہے کہ وہ لباس ، وضع قطع میں دوسرے سے منفرد نظر آئے اسلیئے ریشمی دھاتوں اور پولیسٹر سے تیارشدہ ملبوسات کا بہت زیادہ استعمال عام ہوگیا۔شادی وبیاہ اوردیگر تقریبات میں خواتین کی تیاری ان ملبوسات کے بغیر ناممکن تصور ہوتی ہے ۔یہی وجہ ہے کہ ایسے ملبوسات کے بہت زیادہ استعمال سے خواتین وبچوں میں جلدی امراض کا اضافہ بھی دیکھنے کو مل رہا ہے۔

گھروں کے اندر پلاسٹک کے برتنوں کا استعمال عام ہو چکا۔ بازاروں ، مارکیٹوں شاپنگ مال کے اندر پلاسٹک انڈسٹری ومصنوعات کی بھرمار ہے ۔ملکی وغیرملکی ہرقسم کے فوڈسیٹ، ٹی سیٹ، کراکری میں پلاسٹک کی بے پناہ ورائٹی موجود ہے ۔ان برتنوں کے استعمال سے پلاسٹک کے اجزاء ہمارے جسم میں کھانے کا حصہ بن کر معدہ ، خوراک کی نالی اور دیگر بیماریوں کا موجد بن رہے ہیں۔

روزمرہ کی خریداری کے اندر پلاسٹک وشاپنگ بیگ کا استعمال بازاروں، مارکیٹوں، دوکانوں میں عام ہے۔

ماہرین نے پلاسٹک بیگ ولفافے کی تیاری کے دوطریقے واضح کئے ہیں، پہلاطریقہ قدرتی ہے جس میں جانوروں اور بناتاتی اجزاء سے لفافے بنائے جاتے ہیں اور دوسرا طریقہ تجرباتی ہے جس میں فیکٹریوں و کارخانوں کے اندر پلاسٹک اور دیگر کیمیلز کے استعمال سے شاپنگ بیگ بنانے جارہے ہیں۔ پولی تھین کے یہ لفافے نکاسی آب کی لائنوں اور نقاصی آب کی املاک کومکمل طور پر روک دیتے ہیں ہمارے ملک میں ری سائیکل اور ویسٹ مینجمنٹ کا نظام نہ ہونے کے برابر ہےاس لئے پلاسٹک کے لفافے و بیگ سیوریج سسٹم کی تباہ و بربادی کا سامان پیدا کر رہے ہیں۔ پائپ لائنز بلاک ہونے پر پانی سڑکوں اورگلیوں میں تالاب کا منظر پیش کرتا ہےجن پرمکھیاں اور مچھروں کا بسیرا رہتا ہےاوروبائی امراض کے جراثیم بہت تیزی کے ساتھ افزائش نسل پاتے ہیں۔ پائپ لائنز پھٹ جانے سے بہت سے حادثات بھی رپورٹ ہوئے ہیں۔ سالانہ ترقیاتی کاموں کی مد میں بھاری فنڈ نالوں، کسیوں اور ویسٹ لائنوں کی صفائی وستھرائی اورمرمت پرخرچ ہوتے ہیں۔عوام کی ویلیفئر کا پیسہ جوصحت، تعلیم اوردیگرفلاح وبہبود پرخرچ ہونا چاہیۓ وہ ہرسال ان ترقیاتی کاموں کی نظر میں ضائع ہوجاتا ہے۔

یورپ میں ہرسال اوسطاً فی شہری دوسو پلاسٹک بیگ استعمال کرتے ہیں جن میں وقت کے ساتھ روزبروز اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ آٹھ بلین سے زائد شاپنگ بیگزکوڑے میں پھینک دیا جاتا ہے، جوماحولیاتی آلودگی کا سبب بنتا ہے ۔ یورپی کمیشن نے اردگرد کے ماحول کوصاف ستھرا رکھنے کے لئے کئ تجاویز پرعمل درآمد شروع کیا ہےجن میں 50 مائیکرونزیا0......05 ملی میٹر سے کم موٹائی والے شاپنگ بیگ، کیریئر بیگز کے استعمال کوکم سے کم کرنا، انتہائی پتلے پلاسٹک بیگ ری سائیکل نہ کرنا تاکہ پلاسٹک کے زیادہ موٹے شاپنگ بیگز کے مقابلے میں یہ کوڑے کرکٹ کے ڈرموں ، باسکٹوں میں زیادہ استعمال ہوسکے جیسے موثر اقدامات شامل ہیں۔ کسمٹرز اورصارفین سے پلاسٹک کے ان ڈسپوزایبل شاپنگ کی فراہمی پرمعمولی سے قیمت بھی چارج کی جائے گی۔ آئندہ برسوں میں یورپی یونین نے پلاسٹک کے شاپنگ بیگز کے استعمال کی کمی اور مجموعی حجم میں اوسطا 80 فیصد کمی کا ٹارگٹ طے کیا ہے۔

تمام شہریوں کو چاہیے کہ اپنی زندگیوں میں قوت مدافعت کو بڑھانے کے لئے اور بیماریوں سےلڑنے کے لئے پلاسٹک کےاستعمال کواپنی روزمزہ زندگی سے کم سے کم کردیں۔ بازارمیں خریداری کے دوران کپڑے کا تھیلے کی عادات ڈالیں۔ اشیاء خوردونوش ،پھل اورسبزی کی خریداری کے لئے لکڑی ، کین ٹوکری کا استعمال کریں۔ پلاسٹک کے لفافوں میں روٹیاں، سالن اوردیگراشیاء کی پیکنگ نہ کروائیں۔گھروں، دفاتر میں پلاسٹک کے برتن کی بجائے مٹی، چینی اورکانچ کے برتنوں کے پرانے رواج کواپنائے جائیں۔گھروں میں فرتج میں رکھے ہوئے سالن اوردیگراشیائکو چولہے پر گرم کریں۔اوون میں گرم کرنے پر پلاسٹک کی بجائے شیشے، مٹی یا چینی کے برتن کااستعمال کریں اورگرم کرتے وقت برتن کوڈھانپ کررکھیں۔

ہفتہ رفتہ ہفتہ رفتہ ہفتہ رفتہ ہفتہ رفتہ راشد العزیری ندوی

زونل ورک شاپ

امارت شرعیہ بہاراڈیشہ وجھارکھنڈ کی مجلس شوریٰ کی تجویز کے مطابق مدارس اسلامیہ کےتعلیمی معیارکومزید بڑھانے ،نصاب تعلیم میں ہم آہنگی ،خودکفیل نظام مکاتب کا قیام، ملک کے موجودہ حالات اورفتنہ شکلیت کے سد باب کے لیے زونل ورک شاپ کا انعقاد اب تک مدرسہ سراج العلوم سیوان، معہد العلوم الاسلامیہ چک چمیلی ،سرائے ویشالی اورمدرسہ اصلاح المسلمین بستوارہ دربھنگہ اورمدرسہ اسلامیہ بتیا مغربی چمپارن میں ۸،۱۱، ۱۵،اور۱۴مارچ ۲۰۱۸ءکوکیا جاچکا ہے، ان اجتماعات میں بڑی تعداد میں ہرحلقہ کے مدارس کے ذمہ داران نے شرکت کی اوران موضوعات پرمفید مشورے دیے، ان پروگراموں میں امارت شرعیہ کی نمائندگی مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی نائب ناظم امارت شرعیہ نے کی ، بتیا کے پروگرام میں ناظم امارت شرعیہ مولانا انیس الرحمٰن قاسمی نے ان عنوانات پرروشنی ڈالی اورآئندہ کے لیے لائحہ عمل طے کیا، اس سلسلے کا اگلا پروگرام ۲۰/مارچ کومدرسہ فلاح دارین ڈہری اون سون رہتاس میں انشاءاللہ ہوگا۔

پیام انسانیت کانفرنس

آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ کے صدرحضرت مولانا سیدمحمد رابع حسنی ندوی، مولانا واضح رشیدندوی، مولانا بلال عبدالحئ حسنی ندوی اورمولانا محمود حسنی ندوی نے ۹/تا۱۲/مارچ بہار کے مظفرپور، سمستی پور، ویشالی اور پٹنہ کادورہ کیا اس موقع سے چاروں جگہ پیام انسانیت کانفرنس کا انعقاد کیا گیا، عابدہ ہائی اسکول مظفرپور، دارالعلوم اکبر پورملکی سمستی پور، معہدالعلوم الاسلامیہ چک چمیلی سرائے ویشالی ،اورالمعہد العالی امارت شرعیہ میں منعقداس کانفرنس میں ہزاروں کی تعداد میں لوگوں نے شرکت کی ، احترام انسانیت اورآپسی بھائی چارہ کی اہمیت وضرورت پرزوردیا، کانفرنس کاانعقاد تنظیم ائمہ مساجد مظفرپور، دارالعلوم اکبرپورسمستی پور، معہدالعلوم الاسلامیہ چک چمیلی اورجامعۃ المؤمنات پٹنہ کے زیراہتمام کیا گیا۔

کانٹریکٹ اساتذہ کو ملے گی 20 فیصد اضافی تنخواہ

کانٹریکٹ اساتذہ کی تنخواہ کے اضافے پرریاستی حکومت راضی ہوگئی ہے،۲۰/فیصد تنخواہ میں اضافے کی تجویز ہے،لیکن اس کے لیے اساتذہ کوایک امتحان پاس کرنا ہوگا۔ دراصل مساوی کام مساوی تنخواہ کے معاملہ میں چیف سکریٹری کے صدارت والی کمیٹی نے اس سلسلہ میں سپریم کورٹ کواپنی رپورٹ سونپ دی ہے۔اس سے قبل اس معاملہ میں پٹنہ ہائی کورٹ کے فیصلہ کے خلاف ریاستی حکومت سپریم کورٹ گئی تھی۔ سپریم کورٹ نے چیف سکریٹری کی صدارت میں کمیٹی کی تشکیل کرنے کی ہدایت دی تھی۔ کمیٹی نے سبھی معاملات کے جائزہ کے بعد اپنی رپورٹ سونپ دی ہے۔ کمیٹی نے اپنی رپورٹ میں کہا ہے کہ ۲۰/فیصد تنخواہ میں اضافہ پانے کے لیے اساتذہ کوامتحان پاس کرنا ہوگا۔ پہلا امتحان آئندہ ستمبر ۲۰۱۸ءمین ہوگا اوراساتذہ کوامتحان پاس کرنے کے لیے دومواقع دیے جائیں گے۔مساوی کام مساوی تنخواہ نافذ کرنے پرریاستی حکومت پر۵۲/ ہزار کروڑ کا اضافی بوجھ بڑھے گا۔اسے پورا کرنا حکومت کے لئے ممکن نہیں۔سبھی کانٹریکٹ اساتذہ امتحان پاس کرلیتے ہیں تو۲۰۸۰ کروڑ کا اضافی بوجھ پڑے گا۔ فائدہ ۳.۱۹ا۱اساتذہ کومل سکتا ہے، پہلا خصوصی امتحان ستمبر ۲۰۱۸ء میں ہوگا۔امتحان بہار اسٹاف سلیکشن کمیشن یا کسی دیگرکمیشن سے کرایا جاسکتا ہے۔اگرکسی تربیتی یافتہ پرائمری ٹیچرکوابھی ۵۱۰/۱۸ روپے ہرماہ ملتے ہیں توانہیں امتحان پاس ہونے کے بعد۲۲/ ہزار۲۱۲ روپے ہرماہ ملیں گے۔کمیٹی نے کئی ریاستوں میں کانٹریکٹ اساتذہ کومل رہی تنخواہ کا جائزہ لینے کے بعد یہ رپورٹ سونپی ہے۔کمیٹی کو ۳۵۶۶ مشورے ملے اورسبھی نے کورٹ کے فیصلہ کونافذ کرنے کی بات کہی (عوامی نیوز۱۴/مارچ ۲۰۱۸)

بہار سے اب تک ۲۲/مسلمان گئے راجیہ سبھا

مسلم راجیہ سبھا ممبران کی فہرست پرنظرڈالی جائے توراجد کی جانب سے جابرحسین کے بعد احمد اشفاق کریم دوسرے ماہرتعلیم ہیں راجیہ سبھا کے رکن ہوں گے ، اشفاق کریم 1952 سے اب تک بہار سے راجیہ سبھا جانے والے 22ویں مسلم ممبر ہیں۔ 2008 میں جدیو اور لوجپا نے ایک ایک مسلم لیڈرکو راجیہ سبھا بھیجا۔2014 میں جدیو نے دوکوموقع دیا۔ 1952 سے اب تک دوبارہ راجیہ سبھا بھیجے جانے والوں میں صرف ایک نام جدیو کے علی انورانصاری کا ہے۔انہیں جدیو نے 2006اور 2012میں راجیہ سبھا کا ممبر بنایا۔ 1972 میں کانگریس نے پہلی بارکسی مسلم خاتون عزیزہ امام کوراجیہ سبھا بھیجا۔1952 سے اب تک راجیہ سبھا جانے والےمسلم ممبران میں احمد حسین قاضی کانگریس، ظفرامام کانگریس ،عنایت اللہ خواجہ کانگریس، سید مظہرامام کانگریس، تجمل حسین کانگریس، شاہ محمد عمیر کانگریس ، ڈاکٹر سید محمود کانگریس، عبدالقیوم انصاری کانگریس، عزیزہ امام کانگریس، عبدالجبارحسین کانگریس، رفیق عالم انصاری، کانگریس، شمیم ہاشمی جنتادل، آس محمد جنتادل، جلال الدین انصاری بھاکپا، مطیع الرحمٰن راجد، جابرحسین، راجد، علی انورانصاری جدیو، صابرعلی لوجپا، غلام رسول بلیاوی جدیو، ڈاکٹر اعجازعلی جدیو، کہکشاں پروین جدیو کے نام شامل ہیں۔

ماضی کو فراموش نہ کریں

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

اگر دنیا کے انصاف پسند اور دانشمند ترین حکمرانوں کی فہرست بنائی جائے اور اس میں پہلا نام حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہو تو تعجب نہ کرنا چاہئے ، بابائے قوم مہاتما گاندھی جی کہا کرتے تھے کہ ہندوستان کو آزاد ہونے کے بعد وہی طریقہ حکمرانی اختیار کرنا چاہئے جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ کا تھا ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شخصیت مختلف پہلوؤں سے نہایت مکمل اور جامع تھی ، آپ کی شخصیت کا ایک اہم وصف یہ تھا کہ اقتدار نے کبھی آپ کو غیر متوازن نہ ہونے دیا ، یہ آسان نہیں کہ آدمی کرسی اقتدار پر متمکن ہو ، ملک وقوم کی قسمت کا فیصلہ اس کے قلم سے لکھا جاتا ہو ، کوئی زبان اس کو چیلنج کرنے والی اور کوئی پنجہ اس کے دست استبداد کو تھامنے والا نہ ہو ؛ لیکن پھر بھی اقتدار کی ''اَنا'' اس کو بدمست ہونے نہ دے اور جاہ واقتدار کا نشہ اس کے دل ودماغ تک رسائی نہ پاسکے ، یہ اسی وقت ممکن ہے کہ انسان اپنے ماضی کو یاد رکھے اور اپنی پرانی سطح کو فراموش نہ کرے ۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ میں پوری طرح یہ وصف موجود تھا ، وہ خلیفہ ہونے کے بعد اُمت کے ایک عام فرد کی طرح رہتے تھے ، لباس وپوشاک ہو ، کھانا پینا ہو ، لوگوں کے ساتھ رہن سہن اور عمومی سلوک ہو ، معیارِ زندگی کے اعتبار سے انھوں نے اپنے آپ کو عام لوگوں کی سطح پر رکھا تھا ، اس کا اثر تھا کہ وہ غریبوں کا دکھ جانتے تھے اور ان کے لئے غریبوں کے مسائل ''جگ بیتی'' نہیں بلکہ ''آپ بیتی'' تھے ؛ اس لئے ہمیں ان کی زندگی میں عدل وانصاف ، مساوات وبرابری ، غریب پروری اور کمزوروں اور زیر دستوں کی دستگیری کے جو نمونے ملتے ہیں ، کہیں اور مشکل ہی سے ملیں گے ۔

عتبہ بن فرقد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرف سے آذر بائیجان کی مہم پر مامور تھے ، فتح آذر بائیجان کے موقع پر انھوں نے کھجور اور گھی سے مرکب ایک خوش ذائقہ کھانا تیار کیا ، جسے ''خبیص'' کہا جاتا ہے اور اسے اپنے غلام سحیم کے ساتھ چمڑے اور کپڑے سے چھپا کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیجا ، سحیم آئے ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا : کیا لائے ہو ، سونا یا چاندی ؟ پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرف سے غلاف ہٹایا گیا ، آپ رضی اللہ عنہ نے چکھا اور فرمایا کہ عمدہ اور خصوصی طور پر بنایا ہوا معلوم ہوتا ہے '' ان ھذا لطیب اثر '' پھر دریافت فرمایا کہ تمام ہی مہاجرین نے اس سے آسودہ ہو کر کھایا ہے ؟ سحیم نے عرض کیا : نہیں ، یہ تو عتبہ نے خاص طور پر آپ کے لئے بنوایا ہے ، عام طور پر ایسی خوشامدانہ باتیں اربابِ اقتدار اور اصحابِ اختیار کو باغ باغ کر دیتی ہیں اور ان کے دل میں ایسے کارکنوں کی عزت بڑھ جاتی ہے ؛ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ بات بالکل پسند نہ آئی ، آپ رضی اللہ عنہ نے فوراً عتبہ کو ایک غصہ بھرا خط لکھا کہ یہ جو بیت المال کا مال ہے ، یہ نہ تیری محنت کا ہے اور نہ تری ماں اور ترے باپ کی محنت کا ہے ، ''لیس من کدک ولا من کد امّک ولا من کد آبیک'' پھر تحریر فرمایا کہ میں وہی کھاؤں گا جس کو عام مسلمان آسودہ ہو کر کھائیں ۔ (فتوح البلدان : ۲۰۴)

آج ان لوگوں کا تو خیر کیا ذکر ، جو صبح سے شام تک مادیت میں ڈوبے ہوئے ہیں ، جو خواب بھی روپیوں پیسوں کا دیکھتے ہیں اور جن کی بیداری کا ایک ایک نفس سیم وزر کی فکر میں گزرتا ہے ، اہل دین بھی کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عمل کو اسوہ بنانے کو تیار ہیں ؟ دینی مجلسوں اور محفلوں میں بھی من وتو اور ماوشما کا امتیاز موجود ہے ، بڑوں چھوٹوں کا فرق ہے ، اکابر واصاغر کی تفریق ہے اور تقویٰ کی بنیاد پر نہیں ؛ بلکہ دولت وغربت اور شہرت وگمنامی کی نسبت سے دائرے قائم کر دیئے گئے ہیں ، جب معمولی سا اقتدار آدمی کو توازن سے محروم کر دیتا ہے تو ان لوگوں سے کیا گلہ جو اقتدار کی اونچی چوٹیوں پر پہنچنے کے بعد نیچے رہنے والوں کو دیکھ نہیں پاتے یا ان کو اپنے مقابلہ کم قامت خیال کرتے ہیں ۔

انسان دوسرے انسان کو انسان سمجھنا چھوڑ دے اور کوئی ادنیٰ مخلوق تصور کرنے لگے یا خود اپنے آپ کو انسان سے بڑھ کر کوئی اور مخلوق خیال کرنے لگے تو دوسرے انسانوں کے غم کی چوٹ اپنے کلیجہ پر محسوس نہیں کرسکتا ، یہی چیز انسان کے مزاج کو غیر متوازن اور طریقہ فکر کو نامنصفانہ بنادیتی ہے ، پھر انسان اپنے ماضی کو بھولتا چلا جاتا ہے اور جوں جوں وہ اپنے ماضی سے دور ہوتا جاتا ہے ، کبر وتعلّی بڑھتی جاتی ہے ، اس لئے جب انسان دولت وثروت ، حکومت واقتدار اور شہرت ونا موری کے بام پر چڑھنے لگے تو ہر زینہ پر قدم رکھتے ہوئے پچھلا زینہ اور اس زینہ کے نیچے بچھی ہوئی زمین کو دیکھتا جائے اور یاد رکھے کہ اس نے یہیں سے اپنا سفر شروع کیا ہے ۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی کے ہم نام فرمانروا حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ ہیں ، ان کا ننہالی سلسلہ بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی سے ملتا ہے ، رجاء بن حیوہ ، حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے قدر شناسوں میں تھے ، انھیں کے مشورہ سے باگِ خلافت آپ کو سونپی گئی تھی ، زمانہ خلافت میں رجاء ایک شب آپ کے پاس مقیم ہوئے ، ایک معمولی سا چراغ تھا جو روشن تھا ، چراغ بجھنے لگا تو رجاء اُٹھے کہ چراغ درست کر دیں ، حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے قسم دی کہ رجاء ہرگز نہ اُٹھیں ، ناچار بیٹھ گئے ، خلیفۃ المسلمین خود اُٹھے اور چراغ درست فرمایا ، بنواُمیہ کے ابتدائی دور ہی سے بادشاہان مملکت کی شوکت وسطوت جس طرح روز بروز بڑھتی جاتی تھی ، اس کے تحت حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کا یہ عمل نہایت باعث حیرت تھا ، رجاء نے عرض کیا : آپ امیر المومنین ہونے کے باوجود چراغ درست کرنے کا کام کرتے ہیں ؟ آپ نے فرمایا : میں جب اُٹھا تب بھی عمر بن عبدالعزیز تھا اور جب واپس آیا تب بھی عمر بن عبدالعزیز ہی تھا ۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے امیر المومنین ہونے کے بعد بھی اس کو یاد رکھا کہ وہ ''امیر المومنین'' بعد میں ہیں ، ''عمر بن عبدالعزیز'' پہلے ، اگر انھوں نے عمر بن عبدالعزیز ہونے کی حیثیت کو بھلا دیا ہوتا تو ان کے لئے چراغ بجھانے کے لئے اُٹھنا اور خود اپنی ضرورت پوری کرنا دشوار ہوتا ؛ لیکن ماضی کو یاد رکھنے نے ان کی زندگی کو ایک سادہ ، بے تکلف اور تصنع سے خالی مومن کی زندگی بنا دیا تھا ، یہ ایک ضروری وصف ہے جس کی قدم قدم پر ضرورت ہے ، رشتہ داروں سے رشتہ باقی رکھنے کے لئے ، دوستوں سے محبت کی فضاء قائم رکھنے کے لئے ، اپنے ماتحت کام کرنے والے مزدوروں اور ملازمین کا دل جیتنے کے لئے اور سب سے بڑھ کر اس لئے کہ خدا کے یہاں اس کا شمار کبر کرنے والوں میں نہ ہو!

شام ، عالمی طاقتوں کی بے حسی ، عالم اسلام کیلئے لمحۂ فکریہ

شام میں حکومت مخالف عوامی اتحاد کے زیر اثر شہر ادلب میں بشار الاسد اور ان کے حلیف ملک روس نے ایک بار پھر کیمیائی حملہ کر دیا ، جس کے نتیجے میں ۲۵ ننھے معصوم بچوں سمیت ۱۰۰ سے زائد افراد شہید اور ۴۰۰ سے زیادہ شدید متاثر ہو گئے ، جن میں سے بیشتر کی حالت نازک ہے ، جس کے باعث اموات میں اضافے کا خدشہ ہے ۔ اطلاعات کے مطابق ادلب شہر میں ہر طرف قیامت صغریٰ کا عالم ہے ، جنگی طیاروں نے اسپتالوں پر بھی راکٹ برسائے ہیں ۔

شام ۲۰۱۱ء سے عرب بہار کی بادِ صرصر کے جھلسا دینے والے تھپیڑوں کی زد میں ہے ، یہ وہ لہر تھی جس نے شمالی افریقی عرب ملک تیونس سے اٹھ کر لیبیا ، مصر ، یمن اور شام سمیت پوری عرب دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اور اس سے پوری عرب دنیا میں زبردست سیاسی ہیجان برپا رہا ۔ تیونس ، لیبیا اور مصر میں اس لہر کے دوش پر سیاست واقتدار کے ایوانوں میں ناقابل یقین انقلاب واقع ہوا ، جبکہ یمن اور شام اب تک تبدیلی کی خواہش کی اس منہ زور لہر کے نتیجے میں شروع ہونے والی بدترین انارکی اور خانہ جنگی کے زیر اثر حالات کی کروٹ کے منتظر ہیں ۔ ان دو ملکوں میں جاری بدامنی اور کشت وخون میں عالمی قوتوں اور خطے کے بعض بااثر شاطر کھلاڑیوں کے گوناگوں مفادات شامل ہونے کے باعث امن وامان کے قیام کی کوششیں مشکل سے مشکل تر ہوتی چلی جارہی ہیں ۔ دراصل عرب بہار کے دوران عالمی طاقتوں نے جن ملکوں میں اقتدار کی تبدیلی کو اپنے مفاد میں بہتر سمجھا ، وہاں سیاست کے سمندر میں اٹھنے والی اس لہر کو ساحل مراد سے ہمکنار کرنے میں آگے بڑھ کر کردار ادا کیا اور جہاں اقتدار کے ایوانوں میں تبدیلی ان کے مفاد کے منافی معلوم ہوئی ، وہاں تا حال جنگ کی آگ بھڑکی ہوئی ہے اور چار انسانیت کا قتل عام جاری ہے ۔ یوں محسوس ہوتا ہے یمن اور شام میں جنگ کی بھٹی کو دہکائے رکھنا اور اس میں مسلم دنیا کے افرادی اور تزویراتی وسائل کی تباہی وبربادی کا تماشا دیکھنا ہی عالمی طاقتوں کی حکمت عملی ہے ۔

اس وقت بشار الاسد کے آبائی شہر اور دار الحکومت دمشق کے چند پوش علاقوں کے سوا پورا شام ایک ایسے قبرستان کا منظر پیش کر رہا ہے ، جہاں ہر طرف ، تباہی ، بربادی اور حسرت وویرانی برس رہی ہے ۔ لاکھوں لوگوں کو قتل ، معذور اور دربدر کر کے بشار الاسد کا اصرار ہے کہ وہ اس قبرستان نما ملک کا صدر ہے اور رہے گا ۔ لیبیا میں معمر القذافی گو چالیس برس سے برسر اقتدار تھے ، تاہم وہاں عوامی سطح پر بظاہر کوئی بڑی بے چینی نہیں تھی ۔ لیبیا سیاسی اور اقتصادی لحاظ سے افریقہ کا ایک مستحکم ملک تھا ، اس کی معیشت اور عوام کا معیار زندگی اردگرد کے بہت سے ملکوں کے لیے قابل رشک تھے اور لیبیا کے پاسپورٹ کو یورپی یونین میں قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا ۔ پڑوسی ملک تیونس میں آنے والے سیاسی انقلاب سے شہ پا کر یہاں کے کچھ سیاسی لوگوں نے احتجاجی مظاہرے کیے تو مغربی ذرائع ابلاغ نے انہیں بالکل اس انداز میں بڑھا چڑھا کر پیش کرنا شروع کر دیا ، جیسے چند سال قبل ترکی کے شہر استنبول میں ایک پارک کے تنازع پر ہونے والے عوامی مظاہرے کو حکومت کے خلاف اعلان جنگ بنا کر ''ماحول'' بنانے کی ناکام کوشش کی تھی ۔ مغربی میڈیا پر مبالغہ آرائی کے ساتھ قذافی کے خلاف ''عوامی بغاوت'' کی رپورٹنگ کے ساتھ ہی عالمی طاقتوں کی عوام کے ساتھ ''ہمدردی'' جاگ اٹھی ، چنانچہ انہوں نے سیاسی مظاہروں کو گود لیا اور چند ہی دنوں میں جنگ کا جواز بنا کر لیبیا پر حملہ آور ہو گئے ۔ شام میں حالات اس کے برعکس تھے ، یہاں بشار الاسد کا خاندان دہائیوں سے ایسے لوگوں کی اکثریت کی گردنوں پر طاقت کے زور پر مسلط ہے ، جو ان کے اقتدار سے خوش نہیں ہے ۔ عالمی طاقتوں کو عوام کے ساتھ واقعی ہمدردی ہوتی تو شام کے عوام کی محض اخلاقی حمایت ہی بشار الاسد کے خونی پنجے سے ان کی نجات کے لیے کافی ہوتی ، مگر شام کے عوام کی نسبت عالمی کھلاڑیوں کو خطے میں اپنے مفادات زیادہ عزیز تھے ، چنانچہ تب سے اب تک شام کے عوام پر ایک نہ ختم ہونے والی جنگ کا عذاب مسلط ہے ۔

باخبر تجزیہ کاروں کے مطابق شام کے مسئلے کی طوالت کے پس پردہ اسرائیل کے تحفظ سے جڑے ہوئے احساسات ہیں ، جن کا خیال رکھنا عالمی طاقتیں اپنا فریضہ سمجھتی ہیں ۔ انہیں بشار الاسد کی موجودگی میں ہی اسرائیل کی عافیت نظر آتی ہے اور بشار الاسد کے مقابلے میں کوئی دوسرا شخص بھی انہیں اس وقت ہی قابل قبول ہوسکتا ہے ، جو انہیں اسرائیل کی سلامتی اور بقا کے بارے میں ٹھوس ضمانت فراہم کرے اور اس ضمانت پر اسرائیل مطمئن بھی ہو ، تاحال چونکہ بشار الاسد کا ایسا کوئی متبادل انہیں نہیں مل سکا ہے ، اس لیے ان کی خواہش ہے کہ بشار الاسد کا اقتدار محفوظ رہے ، خواہ اس کی قیمت پورے شام کو کھنڈر بنا کر ادا کرنی پڑے ۔ حالات کے اس پس منظر میں حد درجہ افسوس ناک امر یہ ہے کہ مذہبی اور فرقہ وارانہ بنیاد پر اپنے نظریات کی سیاسی توسیع اور غلبے کی خواہش میں خطے کا ایک مسلم تشخص والا ملک بھی عراق کے بعد شام ، لبنان اور یمن میں عالمی طاقتوں کے کھیل کے لیے میدان ہموار کر رہا ہے ۔

۲۰۱۱ء سے اب تک شام میں جو کچھ ہوا اور ہو رہا ہے ، اس سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ عالمی طاقتوں کو شام کے عوام سے کوئی ہمدردی نہیں ہے ۔ ٹرمپ انتظامیہ نے تو اپنی پیشرو اوباما انتظامیہ کے برعکس کھل کر کہا ہے کہ اسے بشار الاسد کو ہٹانے میں کوئی دلچسپی نہیں ہے ، جس کے بعد اس بات کی ذرہ بھر گنجائش نہیں رہتی کہ عالم اسلام شام کے مسئلے کے حل کے لیے عالمی طاقتوں سے کوئی امید رکھے ۔ حالات وواقعات نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ عالمی کھلاڑیوں کو اس سے کچھ غرض نہیں کہ بشار الاسد اپنے مخالف عوام ، جو ان کے حامیوں سے کئی گنا زیادہ ہیں ، کے ساتھ کیا سلوک کرتا ہے ۔ ادلب میں کیمیائی ہتھیاروں کا استعمال کوئی پہلی کارروائی نہیں ، گزشتہ چھ سالوں میں بارہا بشار الاسد نہتے عوام پر کیمیائی مواد کے ذریعے موت مسلط کر چکا ہے ۔ ۲۰۱۳ء میں الغوطہ نامی بستی میں اس ممنوع ترین انسانیت کش ہتھیار کو آزما کر بیسیوں لوگ کو موت کی وادی میں پہنچا دیا گیا ۔ اس واقعے کے بعد عالمی سیاسی بساط پر کچھ ہلچل نظر آئی اور متعلقہ عالمی ادارے کی نگرانی میں شامی حکومت سے تمام کیمیائی اسلحے تلف کرنے کی نوید سنائی گئی ، مگر ادلب کے تازہ واقعے نے ان کھوکھلے دعوؤں کا پول کھول کر رکھ دیا ہے ۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ مسلم دنیا اپنی صفوں میں اتحاد قائم کرے اور اس بات کا عزم کرے کہ اپنی مسائل خود حل کرے گی اور اس ضمن میں کسی عالمی طاقت کی طرف نہیں دیکھے گی ، ورنہ شام اور یمن ہی نہیں مسلم دنیا کے تمام مسائل لاینحل ہی رہیں گے ۔

ملی سرگرمیاں

مولانا مفتی محمد سہراب ندوی

دین بچاؤ دیش بچاؤ تحریک وقت کی ضرورت: انیس الرحمٰن قاسمی

دین بچاؤ دیش بچاؤ کانفرنس کی تاریخ جوں جوں قریب آتی جارہی ہے لوگوں میں اس کانفرنس کے تعلق سے جوش وولولہ بڑھتا جارہا ہے۔اس کانفرنس کی تیاریوں کے لئے جگہ جگہ میٹنگ ہورہی ہے اور اس کی کامیابی کے لئے لائحہ عمل طے کیا جارہا ہے۔گزشتہ ۱۳ مارچ کو مدرسہ خیر العلوم بریار پور موتیہاری ضلع مشرقی چمپارن میں ایک مشاورتی میٹنگ ہوئی جس میں ناظم امارت شرعیہ مولانا انیس الرحمان قاسمی نے شرکت کی۔ناظم صاحب نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ اس ملک کی آزادی میں ہندومسلمانوں کی بڑی قربانی رہی ہے اور بڑی مشکل سے ہمیں آزادی حاصل ہوئی ہے کچھ خاص ذہنیت کے لوگ اس ملک کے امن وسکون کی فضا کو آپسی دشمنی اور نفرت میں بدل رہے ہیں۔ہم سب کو مل کر کے ایسی طاقتوں کا مقابلہ کرنا ہے اور اس ملک میں نفرت اور محبت کی فضا قائم کرنی ہے۔اس ملک کو اس حالت میں نہیں رہنے دیا جائے گا۔حضرت امیر شریعت مفکر اسلام مولانا محمد ولی رحمانی صاحب نے آئندہ ۱۵اپریل ۲۰۱۸ کو تاریخی گاندھی میدان میں ایک بڑی کانفرنس دین بچاؤ دیش بچاؤ کے نام سے منعقد کرنے کا فیصلہ کر کے وقت کی ایک اہم ضرورت کو پورا کیا ہے۔اس کانفرنس سے محبت اور بھائی چارگی کا پیغام دیا جائے گا۔عورتوں کے حقوق سے متعلق بات کی جائے گی اور ہندوستان میں بسنے والی تمام قوموں کے مذہب کے تحفظ کو یقینی بنانے کی تجویز پاس کی جائے گی جو حق کے ہندوستان کے دستور نے یہاں کی قوموں کو دیا ہے۔کسی بھی حکومت کو اس بات کی اجازت نہیں کہ وہ دستور میں چھیڑ چھاڑ کرے اور بلاوجہ کسی بھی مذہب کو نشانہ بنا کر اپنی سیاسی روٹی سینکے۔ناظم صاحب نے مزید کہا کہ اس ملک کی جڑ میں جمہوریت پیوستہ ہے جمہوری اقدار کی حفاظت ہم سب کی عظیم ذمہ داری ہے اس لئے اس کانفرنس کے ذریعہ جمہوریت کے درخت کو مزید مضبوط اور تناور کرنے کی کوشش کی جائے گی اس سلسلے کی دوسری میٹنگ مورخہ ۱۴ مارچ ۲۰۱۸ کو مدرسہ اسلامیہ گنج نمبر ۱ بتیا، بوقت ۱۰ بجے دن ہوئی۔امارت شرعیہ کے نقباء، ائمہ مساجد اور قوم وملت کے ذمہ دران اس میٹنگ شریک ہوئے اور دین بچاؤ دیش بچاؤ کانفرنس کو کامیاب بنانے کی یقین دہانی کرائی۔

دین بچاؤ دیش بچاؤ کانفرنس کو کامیاب بنانے میں خواتین بھی متحرک

دین بچاؤ دیش بچاؤ کانفرنس منعقدہ گاندھی میدان پٹنہ کی تیاری میں مشغول خواتین کمیٹی کی سربراہ محترمہ رافعہ فاروقی دیگر سماجی وملی فکر رکھنے والی خواتین کے ہمراہ کانفرنس کو کامیاب بنانے میں منہمک ہوگئی ہیں، انہوں نے بتایا کہ اس سلسلے میں مختلف محلوں میں جا کر خواتین کو بتایا جارہا ہے کہ ملک اور دین کی حفاظت کے لئے ہمارا اہم کردار ہوسکتا ہے، ملک اور دین کی حفاظت کے لئے مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی رحمانی امیر شریعت بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ وجنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ وسجادہ نشیں خانقاہ رحمانی مونگیر کے ذریعہ ۱۵/اپریل کو گاندھی میدان پٹنہ میں دین بچاؤ دیش بچاؤ کانفرنس کو کامیاب کرنا ہم خواتین بھی فرض ہے، محترمہ فاروقی نے بتایا کہ کانفرنس کی تیاری میں خواتین کے کردار کی اہمیت اور کام کرنے کے لائحہ عمل کو موثر بنانے کی غرض سے امارت شرعیہ کانفرنس ہال میں خواتین کمیٹی کی ایک اہم نشست زیر صدارت مولانا محمد شبلی القاسمی نائب ناظم امارت شرعیہ منعقد ہوئی، جس میں مولانا محترم نے خواتین میں کام کرنے کی حکمت عملی اور طریقے کی رہنمائی کرتے ہوئے فرمایا کہ کل جب اس ملک میں دین کی حفاظت کی تاریخ لکھی جائیں گی تو اس میں آپ ماں بہنوں کی حمیت اسلامی اور جذبہ ایمانی کی قربانی کی بھی تاریخ کے سنہرے حروف میں لکھی جائے گی۔پورے ملک میں اسلام کے تحفظ کے لئے ماں بہنوں نے ذریعہ احتجاجی ریلیاں ملک کا رخ بدل رہی ہیں، جس کے لئے ماں بہنیں مبارک باد کے مستحق ہیں۔آپ کا مقام اسلام میں بہت بلند ہے، آپ کی محنتوں اور کاوشوں کا اسلام کی ترویج واشاعت میں نمایاں کردار ہے، میٹنگ میں زاہدہ تقدیس، رافعہ فاروقی، شکیلہ بانو، انجم آراء، صابرہ تبسم، ذکریٰ پروین، ملکہ قدسیہ، صبا تبسم، صابرہ تبسم، وغیرہ کارکنان خواتین کمیٹی برائے دین بچاؤ دیش بچاؤ نے اظہار خیال کیا۔دوسری نشست محلّہ کربلا پھلواری شریف میں نہسہ پنچایت سمیتی محترمیہ سنجیدہ خاتون کی صدارت میں ہوئی، جس میں مذکورہ تمام کارکنان کی شرکت ہوئی، نشست میں محلّہ کربلا، تاج نگر واطراف کی خواتین کثیر تعداد میں شریک ہوئیں، اور اس پورے حلقے میں کانفرنس بیداری کی تحریک خواتین کے درمیان چلائی گئی، خواتین میں کانفرنس کے تعلق سے حددرجہ امنگ دیکھا گیا، جس طرف بھی خواتین کی ٹیم گئی ان تمام علاقوں کی ماں بہنوں نے پرجوش خیر مقدم کیا، اور کانفرنس میں اپنی شرکت کے ساتھ علاقے میں خواتین میں رغبت پیدا کرنے کی ذمہ داری بھی قبول کی، محترمہ فاروقی نے بتایا کہ امارت شرعیہ کی اس تحریک سے خواتین اسلام میں تیزی سے خود اعتمادی بھی پیدا ہورہی ہے، اور اسلامی قوانین واحکام سے ان کی محبت میں بھی اضافہ ہورہا ہے، واضح رہے کہ کانفرنس میں ضلع پٹنہ کی خواتین کی شرکت کا بھی نظم کیا جارہا ہے۔

دین بچاؤ دیش بچاؤ کانفرنس کیلئے گاڑیوں کی بکنگ پہلی فرصت میں کریں: محمد شبلی القاسمی

دین بچاؤ دیش بچاؤ کانفرنس گاندھی میدان پٹنہ ایک تحریک اور ملک کی صورتحال بدلنے کے لئے انقلابی قدم ہے، اس تحریک کو ملک کے تمام حصوں تک لے جایا جائے گا، یہ تحریک انصاف کے حصول اور حقوق کی بازیابی کے لئے ہے، جس کی سربراہی مفکر اسلام امیر شریعت بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ وسجادہ نشیں خانقاہ رحمانی مونگیر فرمارہے ہیں، جن کی بصیرت افروز اور جرأت مندانہ قیادت پر ملک کے مسلمان اعتماد کرتے ہیں، آپ کی مقبولیت اور اس تحریک کی کامیابی کی دلیل ہے کہ لوگ اس تاریخ کا بے چینی سے انتظام کررہے ہیں، اس میں بیس لاکھ مسلمانوں کی شرکت متوقع ہے۔ان خیالات کا اظہار مولانا محمد شبلی القاسمی قائم مقام ناظم امارت شرعیہ ٹرانسپورٹ کمیٹی برائے دین بچاؤ دیش بچاؤ کانفرنس کے اراکین کے درمیان امارت شرعیہ کانفرنس ہال میں کیا، مولانا نے فرمایا کہ کانفرنس کو بااثر بنانے کے لئے ہر سطح کوشش جاری ہیں، پورے بہار میں تیاریاں ہورہی ہیں، ذمہ داران وکارکنان امارت شرعیہ شب وروز تیاریوں میں لگے ہوئے ہیں، مختلف ذیلی کمیٹیاں بنائی گئی ہیں، جن میں ایک اہم کمیٹی ٹرانسپورٹ کمیٹی بھی ہے، جس کے کنویز مولانا سہیل احمد ندوی نائب ناظم امارت شرعیہ بنائے گئے ہیں، قائم مقام ناظم صاحب نے فرمایا کہ دور دراز سے آنے والے حضرات پہلی فرصت میں گاڑیوں کی بکنگ کرلیں تاکہ بعد میں بکنگ میں دقت نہ ہو، جن لوگوں کے لئے ٹرین سے آنے کی سہولت ہو، ان علاقوں کے لوگ ٹرین بکنگ میں لگ جائیں، میٹنگ میں ٹرانسپورٹ کمیٹی کے کنویز مولانا سہیل احمد ندوی نائب ناظم امارت شرعیہ نے کہا کہ کانفرنس میں شریک ہونے والوں کی سہولت کا خیال کرتے ہوئے ٹرانسپورٹ کمیٹی بنائی گئی ہے، جو اس سلسلے میں سہولیات پیدا کرنے کی ہر ممکن کوشش کریگی، متعلقہ افسران سے رابطہ جاری ہے، گاڑیوں کی پارکنگ کے لئے مناسب اور قریبی مقامات کا نظم کیا جارہا ہے، انہوں نے تمام اضلاع کے کانفرنس کے ذمہ داروں سے گذارش کی ہے گاڑیوں کی بکنگ کے بعد اس کی اطلاع دفتر دین بچاؤ دیش بچاؤ کانفرنس امارت شرعیہ کو دے دیں مولانا نے بتایا کہ اس کمیٹی کی میٹنگ ۲۲/مارچ کو حج بھون میں بعد نماز عصر ہوگی۔مولانا مفتی ثناءالہدیٰ قاسمی نائب ناظم امارت شرعیہ نے اظہار خیال کرتے ہوئے کہا، جن مقامات پر گاڑیوں کی پارکنگ کی سرکار کی جانب سے اجازت مل جائے گی، اس کی اطلاع دور دراز سے آنے والوں کو پہلے دی جائے گی، راہ کی دشواریاں دور کرنے کی بھی ہر ممکنہ کوشش ہوگی، میٹنگ میں یہ تجویز بھی منظور ہوئی کہ پٹنہ کے تمام ریلوے اسٹیشن اور بس اسٹینڈ پر استقبالیہ کمیٹی کاؤنٹر بنایا جائے گا، جہاں پانی وغیرہ کی سہولیات ہوگی، اور وہاں ایک مائک بھی ہوگا، آفس میں ایک کارکن کو ابھی سے آنے والی گاڑیوں کی معلومات رجسٹر پر لکھنے کے لئے مامور کردیا گیا ہے۔مولانا رضوان احمد ندوی نے کئی مفید تجویزیں دیں۔ٹریفک ایس پی اور ٹراسپورٹ کے سرکاری افسران سے رابطہ کے لئے ذمہ دار طے کئے گئے ہیں، میٹنگ کے شرکاء نے پرائیوٹ اسکول مالکان سے گذارش کی ہے کہ اپنی گاڑیوں کو اس دن کانفرنس کے لئے دے دیں، میٹنگ میں مولانا محمد مصباح الدین سکریٹری نماز عیدین کمیٹی گاندھی میدان، جناب ہمایوں اشرف، جنید احمد، محمد توحید احمد، توصیف انور، محمد فخر الدین قمر، محمد ضیاء الدین، مولانا محمد منہاج ندوی، اعجاز احمد، محمد نظام الدین، محمد صابر ہولی ویژن اسکول سمن پورہ، شاہ عطاء الرحمٰن، حسن مسرور سلطان گنج، محمد اشرف امام خلیل پورہ، نے اظہار خیال کیا، صدر مجلس مولانا محمد شبلی القاسمی کی دعا پر مجلس ختم ہوئی۔

نصاب تعلیم میں ہم آہنگی اور یکسانیت پیدا کرنے کی ضرورت: محمد ثناءالہدیٰ قاسمی

ذمہ داران مدارس اسلامیہ کو اپنے قرب وجوار اور متعلقہ بستیوں کی دینی فکر کرنی چاہئے، جن گاؤں میں مکاتب کا نظام نہیں ہے وہاں خود کفیل نظام تعلیم کی تحریک چلانی چاہئے، جو مدارس چل رہے ہیں وہاں تعلیمی معیار کو بلند کرنے کی جدوجہد کرنی چاہئے، نصاب تعلیم میں ہم آہنگی اور یکسانیت پیدا کرنے کے لئے کوشش کرنی چاہئے، ملک کے جو حالات ہیں اس کے لئے حضرت امیر شریعت مفکر اسلام مولانا محمد ولی رحمانی دامت برکاتہم کی تحریک کے مطابق خواتین کی خاموش احتجاجی ریلی اور ۱۵/اپریل کو دین بچاؤ دیش بچاؤ کانفرنس کے موقع سے گاندھی میدان میں جوق در جوق آنے چاہئے تاکہ سرکار محسوس کرے کہ دین میں مداخلت ہمیں کسی طور پر گوارہ نہیں، ان خیالات کا اظہار امارت شرعیہ کے نائب ناظم مولانا مفتی محمد ثناءالہدیٰ قاسمی نے امارت شرعیہ کے زیر اہتمام ویشالی اور ضلع مظفر پور کے ذمہ داران مدارس کے مجمع سے خطاب کرتے ہوئے کہی، وہ معہد العلوم الاسلامیہ چک چمیلی سرائے ویشالی میں حلقہ وار اجتماع کے موقع سے صدارتی خطاب فرمارہے تھے، اس موقع سے مولانا محمد قمر عالم ندوی استاذ مدرسہ احمدیہ ابا بکر پور، ویشالی اور ناظم مدرسہ حسینیہ چھپرہ خرد نے کہا کہ ہم لوگ امارت شرعیہ کی تحریک کے ساتھ ہیں اور ان موضوعات پر جوان کی طرف سے ہدایات آئیں گی اس پر حرف بحرف عمل کیا جائے گا، مولانا ذاکر حسین جنرل سکریٹری جمعیۃ علماء ضلع ویشالی نے مدارس کی اسناد کو مرحلہ وار سرکاری منظوری دلانے کی طرف متوجہ کیا، مفتی توقیر عالم صدر مدرس مدرسہ اسلامیہ چہرہ کلاں نے امارت شرعیہ کی تجویز سے اتفاق کیا اور خود کفیل نظام تعلیم کے فروغ کی ضرورت پر زور دیا، انہوں نے اس تجویز سے اتفاق کیا کہ بڑے مدارس کو اپنے ماتحت خود کفیل مکاتب قائم کرنا چاہئے، حافظ نعمت اللہ صاحب صدر مدرس جامعہ ابوبیہ نصیر چک نے کہا کہ مدارس اسلامیہ میں تعلیمی انحطاط کے جو اسباب ہیں ان کو دور کئے بغیر تعلیمی معیار کو مضبوط نہیں کیا جاسکتا، مولانا محمد عالمگیر صاحب جامعہ اصحاب صفہ بینک روڈ مظفر پور نے ماضی میں تعلیم وتدریس کے حوالہ سے جو تجربات رہے ہیں اس سے فائدہ اٹھانے کی ضرورت بتائی، مولانا محمد داؤد صاحب صدر مدرس مدرسہ فردوس العلوم لعل گنج ویشالی نے تدریس کے موجودہ طریقوں میں مثبت تبدیلی کی طرف لوگوں کو متوجہ کیا، ماسٹر محمد عظیم الدین انصاری صدر اردو ٹیچرس یونین سیاسی بصیرت کے ساتھ اقدام کرنے کی ضرورت بتائی اور کہا کہ اس کے بغیر ملک کے موجودہ حالات کو بدلا نہیں جاسکتا۔مولانا حیدر رضا مظفر پوری نے چھوٹے مدارس کو بڑے مدارس سے مربوط ہوکر اور آپس کے مشورہ سے کام کرنے کی اہمیت کو واضح کیا، اس میٹنگ میں حافظ محمد نظام الدین مرکز الفلاح بہل خانہ، چھوٹی کلیانی مظفر پور، حافظ محمد رئیس جامعہ حفیظ العلوم شاہ میاں رہوا۔قاری محمد افروز عالم ناظم معہد العلوم الاسلامیہ چک چمیلی، حافظ عبدالرحیم رحمانی مہتمم مدرسہ مجیدیہ رحمانیہ شکری سریا مظفر پور، حاجی حیدر علی رضا خادم ادارہ سبیل القرآن سعد پورہ، مظفر پور۔مولانا محمد مرتضیٰ حسن مدرسہ سراج العلوم درگاہ بیلا، چکنوٹہ، جامعہ دار ارقم مفتی محلّہ حاجی کے صوفی مولانا مختار الحق للہی اور مولانا محمد افروز عالم مدرسہ حفظ القرآن، مولانا نیاز احمد صدر مدرس مدرسہ اسلامیہ انجمن فلاح المسلمین حاجی پور نے شرکت کی، جلسہ کا آغاز حافظ محمد کوثر متعلم مدرسہ کی تلاوت اور آصف اقبال کی نعت سے شروع ہوا، اور مولانا صوفی مختار الحق للہی کی دعا پر جلسہ اختتام پذیر ہوا۔

Volume:56/66,Issue:12 Printed & Published by Sohail Ahmad Nadwi, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqeeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505

آپ ہی کی ہے عدالت آپ ہی منصف بھی ہیں
یہ تو کہیے آپ کے عیب و ہنر دیکھے گا کون
(منظر بھوپالی)

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT-E-SHARIAH
BIHAR ORISSA JHARKHAND
THE NAQUEEB WEEKLY
PHULWARI SHARIF,PATNA 801505
SSPOS PATNA Regd.No.PT 14-6-18-20
R.N.I.N.Delhi,Regd No-4136/61

دین بچاؤ دیش بچاؤ تحریک سے ملک کو نئی سمت ملے گی

نورالسلام ندوی

ہمارا ملک ہندوستان مختلف مذہبوں اور متنوع تہذیبوں کا گہوارہ ہے، یہی وجہ ہے کہ اس کا مزاج سیکولر اور انداز جمہوری ہے، آئین اور دستور نے بھی یہاں کے تمام باشندوں کو اپنے اپنے مذہب پر عمل کرنے کا مکمل اختیار دیا ہے۔صدیوں سے اس ملک میں لوگ اپنے اپنے مذہب پر عمل کرتے اور شیر وشکر ہوکر رہتے آرہے ہیں۔ لیکن نفرت کے سوداگروں اور مفاد کی سیاست کرنے والوں نے ہمیشہ مذہب کے نام پر ایسی حرکتیں کی ہیں جو ملک کے جمہوری اور دستوری اصولوں کے خلاف رہی ہیں۔ابھی مرکز میں اتفاق سے ایسی حکومت ہے جن کا مقصد اور مشن شروع سے ہی یہ رہا ہے کہ ملک کے سیکولر تانے بانے کو بکھیر دیا جائے اور یہاں کی سینکروں سالہ پرانی تہذیب وثقافت کو ختم کردیا جائے ، ملک کو ہندو راشٹر بنادیا جائے اور یکساں سول کوڈ نافذ کردیا جائے، اس کے لئے مختلف حیلے اور بہانے سے شریعت پر وار کیا جاتا ہے۔طلاق ثلاثہ بل بھی اسی کی ایک کڑی ہے ،مرکزی حکومت طلاق ثلاثہ بل کے ذریعہ عورتوں کو شریعت سے بے دخل کرنا چاہتی ہے اور دین وشریعت نے اسے جو حقوق واختیارات دیئے ہیں اسے وہ چھین لینا چاہتی ہے۔سرکار اس کے نفاذ کے لئے پارلیمنٹ سے بل پاس کرا چکی ہے اور راجیہ سبھا سے پاس کرانے کی کوشش جاری ہے۔یہ بل نہایت عجلت میں تیار کیا گیا ہے، اس میں بہت ساری خامیاں ہیں ، یہ آئین کی دفعہ 14 اور 15 کی صریح خلاف ورزی ہے۔بل کے مندرجات سے پتہ چلتا ہے کہ حکومت نے اس بات پر بالکل غور نہیں کیا کہ جب شوہر تین سالوں کے لئے جیل چلا جائے گا تو اس کے بعد بیوی اور بچوں کو کن دشواریوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔مطلقہ بیوی اور بچوں کا خرچ کون دے گا؟ بچوں کی دیکھ بھال کون کرے گا؟ شوہر جب جیل میں ہوگا تو وہ بیوی کا خرچ کیسے برداشت کرے گا؟ اگر وہ یومیہ مزدوری کرتا ہے تو کمانے سے رہا؟ اور اگر سرکاری نوکری میں ہے تو کیا تین سال کی سزا کاٹ لینے کے بعد اس کی نوکری برقرار رہے گی؟ اور جب نوکری سے ہاتھ دھو بیٹھے گا تو گذارہ بھتہ کس طرح دے گا؟ اور کیا جب وہ تین سال جیل میں رہنے کے بعد واپس آئے گا تو اپنی بیوی سے خوش رہ پائے گا؟ جس کی وجہ سے وہ جیل گیا ہے۔اس کے علاوہ یہ بل سماج مخالف بھی ہے، کیونکہ ایک سماجی معاہدہ کو قابل سزا جرم بنایا جارہا ہے،سول معاملہ کو کرمنل ایکٹ کے دائرہ میں لایا جارہا ہے، جو غیر اخلاقی اور غیر ضروری ہے۔اس سے واضح ہوتا ہے کہ حکومت کو مسلم خواتین کی فلاح وترقی کی قطعی فکر نہیں ہے بلکہ وہ اس نام پر مسلم عورتوں کو شرعی امور سے بے دخل کرنا چاہتی ہے اور شریعت میں مداخلت کی راہ ہموار کررہی ہے۔ظاہر ہے کہ ملک آئین اور قانون کے مطابق چلے گا نہ کہ طاقت واقتدار کے زور پر۔

اس وقت برسر اقتدار پارٹی طاقت اور حکومت کے بل پر ملک کو اس سمت میں لے جانا چاہ رہی ہے جہاں انصاف اور قانون بے چارہ ہوتا جارہا ہے۔ملک کے سامنے اس وقت بے شمار مسائل ہیں جن کا حل تلاش کیا جانا بے حد ضروری ہے،گھوٹالے پر گھوٹالے ہورہے ہیں،رشوت اور کرپشن کا بازار گرم ہے،بے روز گاری عام ہے،مہنگائی چرم پر ہے،کسان خودکشی کرنے پر مجبور ہیں،نوجوان نوکری اور بہتر مستقبل کی تلاش کے لئے مارے مارے پھر رہے ہیں،جان ومال اور عزت وآبرو کے لالے پڑے ہیں،خواتین کی عصمتیں تارتار ہو رہی ہیں،انصاف نہیں مل رہا ہے،بھید بھاؤ اور نفرت کی جڑیں گہری ہوتی جارہی ہیں،اقلیتیں ،دلتوں،پچھڑوں اور کمزوروں کو خواہ مخواہ پریشان اور ہراساں کیا جارہا ہے،ملک کی فضا کو مکدر اور زہرآلود کردیا گیا ہے،اور صورتحال یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ حکومت کی نیت اور نیتی دونوں بگڑتی نظر آرہی ہے،مسلمانوں کے اسلامی تشخص اور ایمانی وجود پر ہر روز ایک نئی جہت سے یلغار کررہی ہے۔کبھی اسلام اور مسلمانوں پر دہشت گردی کا لیبل چسپاں کیا جاتا ہے،تو کبھی لو جہاد کا نعرہ لگاکر مسلم نوجوانوں کو گرفتار کرکے جیل رسید کیا جا رہا ہے،کبھی گئو ہتھیا کے نام پر مسلمانوں کو تشدد کا نشانہ بنایا جاتا ہے،تو کبھی لاؤڈ اسپیکر سے اذان ہر پابندی لگانے کی بات کی جاتی ہے،کہیں نمازیوں کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کیا جاتا ہے،کبھی طلاق کے خلاف قانون بنانے کی بات کی جاتی ہے تو کبھی کسی اور طریقے سے شریعت میں مداخلت کی راہ ہموار کی جارہی ہے۔

ان نازک حالات میں آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے جنرل سکریٹری امیر شریعت مفکر اسلام حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی مدظلہ العالی کے مشورہ پر پورے ملک میں مسلم خواتین نے طلاق ثلاثہ بل کے خلاف خاموش اور پرامن احتجاجی مظاہرہ شروع کردیا ہے۔اور پہلی بار مسلم خواتین اتنی کثیر تعداد میں ہر شہر میں جمع ہوکر دینی بیداری اور ملی غیرت مندی کا ثبوت دے رہی ہیں۔یہ مظاہرے تقریباً ہر بڑے چھوٹے شہر میں ہورہے ہیں اور لاکھوں کی تعداد میں خواتین سڑکوں پر نکل کر پرامن مظاہرہ کررہی ہیں اور حکومت سے طلاق ثلاثہ بل واپس لینے کا مطالبہ کررہی ہیں۔ان خواتین کا کہنا ہے کہ مذکورہ بل شریعت میں مداخلت ہے اور یہ خواتین کے حقوق کے مغائر ہیں۔اس بل سے خواتین کے مسائل کم ہونے کے بجائے مزید مشکلات پیدا ہو جائیں گے،اس لئے فوری طور پر اس بل کو واپس لیا جائے۔مسلم خواتین نے ایمانی بیداری اور دینی حمیت کا جس طرح ثبوت پیش کررہی ہیں وہ لائق صدآفریں ہے۔

وطن عزیز ہندوستان کی یہ خوبصورتی ہے کہ یہاں مختلف مذاہب اور ادیان کے لوگ بستے ہیں۔ زبانیں الگ ،تہذیب جدا، رنگ ونسل مختلف ،لیکن اس کے باوجود سب مل جل کر رہتے ہیں، رنگارنگی میں ایک رنگی ہمارے ملک کا امتیاز ہے۔ہندوستان ایک ایسا چمنستان ہے جہاں مختلف رنگوں کے پھول کھلتے ہیں جس دن اس چمنستان میں ایک طرح کا پھول کھلانے کی کوشش کی جائے گی اس دن اس کا حسن متاثر ہوجائے گا، اس کا امیج پوری دنیا میں خراب ہوجائے گا،اس کا وجود ملیا میٹ ہوجائے گا،ایسے میں ہر انصاف پسند اور آئین کا احترام کرنے والے شہری کی ذمہ داری ہے کہ وہ دین اور دستور کی حفاظت کے لئے آگے آئیں، ان پرخطر اور پرآشوب حالات میں امیر شریعت مفکر اسلام حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی مدظلہ العالی نے ’’دین بچاؤ دیش بچاؤ‘‘ کے عنوان سے بہار کی دارالسلطنت پٹنہ کے تاریخی گاندھی میدان میں عظیم الشان کانفرنس منعقد کرانے کا فیصلہ کیا ہے، جو 15 اپریل 2018ء بروز اتوار کو ہوگا۔امیر شریعت نے کانفرنس کا جو موضوع متعین کیا ہے وہ نہایت جامع اور ہمہ گیر ہے۔چونکہ مسئلہ صرف دین اور شریعت کا نہیں ہے، مسئلہ ملک کی دستور کی حفاظت کا ہے، معاملہ جمہوریت کی بقاء کا ہے، سیکولرازم کی آبرو کا ہے، اور سب سے بڑھ کر وطن عزیز کی سالمیت کو باقی رکھنے کا ہے، یہ بات وطن عزیز کے اکثریتی فرقہ کے لوگوں کو بھی اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ اس وقت مرکزی سرکار کی جو پالیسی ہے اور جن خطوط پر وہ کام کررہی ہے اس سے صرف دین اور شریعت کو خطرہ نہیں ہے، بلکہ ملک کی سالمیت کو خطرہ لاحق ہے، اور جب ملک سالم نہیں رہے گا تو نہ دین محفوظ رہے گا نہ دھرم، نہ ہندو محفوظ رہیں گے اور نہ مسلمان، نہ عیسائی نہ سکھ۔اس لئے اس ملک کی حفاظت اور دیش کی سالمیت کے لئے آگے بڑھیں ، ایک مسلمان کے لئے جہاں دین اور شریعت پر عمل کرنا اور اس کی حفاظت کرنا ضروری ہے وہیں ملک اور دستور کی حفاظت کے لئے بھی جدوجہد کرنا ضروری ہے۔ہمارا ایمان ہمیں اس بات کا پابند بناتا ہے کہ ہم اپنے دین وشریعت پر مکمل طور پر عمل کریں اور جب اس میں مداخلت کی راہ ہموار کی جائے تو اس کے لئے سینہ سپر ہوجائیں، اسی طرح ہمارا ایمان ہمیں اس بات کی تلقین کرتا ہے کہ جب ملک ودستور کو خطرہ لاحق ہو تو وطن کی آبرو کے لئے جدوجہد اور کوشش کرنا بھی ایمانی تقاضا ہے۔امیر شریعت حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی نے اسے شدت کے ساتھ محسوس کیا ہے اور دین وشریعت کی حفاظت کے ساتھ ساتھ دیش اور ملک کی حفاظت کا بھی نعرہ دیا اور دین اور دیش کی حفاظت کے لئے آگے بڑھنے اور لڑنے کا حوصلہ دیا تاکہ دین بھی محفوظ رہے اور دیش بھی محفوظ رہے، اور یہاں کے بسنے والے سبھی مذاہب کے لوگ مل جل کر محبت کے ساتھ رہ سکیں۔اس لئے ہم سب دین اور دیش کی حفاظت کے لئے 15 اپریل کو پٹنہ کے تاریخی گاندھی میدان میں بڑی تعداد میں جمع ہوں اور کانفرنس میں شامل ہوکر اس تحریک کو کامیاب اور بامقصد بنانے میں اپنا بھرپور تعاون کریں، اور پوری دنیا کو یہ پیغام دیں کہ ہم کسی قیمت میں نہ تو شریعت میں مداخلت برداشت کریں گے اور نہ دستور میں۔ہم دین کی بھی حفاظت کریں گے اور دیش کی بھی، ہم جمہوریت کی آبرو اور سیکولرازم کی بقا کے لئے، وطن عزیز کی حفاظت کے لئے ہر طرح کی قربانی دینے کے لئے تیار ہیں۔کل بھی ہم نے ملک وملت کے لئے قربانی دی تھی آج بھی اس کے لئے تیار ہیں اور آئندہ جب بھی ضرورت پڑے گی ہم اس کے لئے تیار رہیں گے۔

اس لئے ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم سب متحد اور منظّم ہوکر 15 اپریل کو پٹنہ کے گاندھی میدان میں ’’دین بچاؤ دیش بچاؤ کانفرنس‘‘ میں شامل ہوکر دین وشریعت اور ملک ودیش کی حفاظت کا عہد تازہ کریں، اور اس کے خلاف اٹھنے والی ہر آواز کو دبا دیں۔’’دین بچاؤ دیش بچاؤ کانفرنس‘‘ ایک خوشگوار اور قابل صد مبارک اقدام ہے۔بہار کی تاریخی اور انقلابی سرزمین سے اٹھنے والی یہ تحریک دین اور دیش کی حفاظت کے لئے سنگ میل ثابت ہوگی۔(انشاءاللہ)